باقاعدہ تصدیق شدہ اشاعت وزارت اطلاعات ونشریات حکومت پاکستان
ABC CERTIFIED
Daily AAINA Quetta
روزنامہ آئینہ کوئٹہ
قیمت 5 روپے
بانی: بنمنصورالہدیٰ عباسی
ریذیڈنٹ ایڈیٹر: نعیم الزمان ملاخیل
چیف ایڈیٹر عامر امیر اعوان
ایڈیٹر فیصل کریم
03332831889 Daily.aaina94@gmail.com
جلد نمبر 30 | بروز سوموار 31 اگست 2026ء 1447 ہجری | قیمت 5 روپے | شمارہ نمبر 233

بانی پی ٹی آئی کی بہن بتا چکی عمران خان بالکل فٹ ہیں، وزیر دفاع

بیرون ملک بیٹھے پی ٹی آئی کے حامیوں کو ایک ایسے ماحول کی ضرورت ہے جس میں غم اور بے چینی پیدا ہو

خوف و ہراس پھیلے، بڑے پیمانے پر احتجاج شروع ہوں، اور ایسا بحران پیدا ہو جو حکومت کی تبدیلی اور بانی کی واپسی کا باعث بن سکے

اسلام آباد (جی این ایم) وزیر دفاع خواجہ محمد آصف نے کہا ہے کہ بانی پی ٹی آئی کی بہن نے پریس کانفرنس میں کہا تھا کہ عمران خان بالکل فٹ ہیں۔ سوشل میڈیا پر جاری بیان میں خواجہ آصف نے کہا کہ بانی پی ٹی آئی کی بہن کا بیان قطعی اور فیصلہ کن ہے، بانی کی بہن اور ذاتی ڈاکٹرز کا اطمینان بخش بیان بیرون ملک حامیوں نے پسند نہیں کیا۔ انہوں نے کہا کہ بیرون ملک بیٹھے پی ٹی آئی کے حامیوں کو ایک ایسے ماحول کی ضرورت ہے

بقیہ 1 صفحہ 3 پر

ترک بحریہ اور صومالی فورسز کی مشترکہ کارروائی، 14 قزاق ہلاک، بحری جہاز بازیاب

کئی دنوں تک جاری رہنے والے ایک آپریشن کے بعد صومالی پانیوں میں اغوا ہونے والے ایک بحری جہاز کو بازیاب کرا لیا ہے

کیمرون کے جھنڈے تلے آپریٹ کرنے والا یہ جہاز جولائی کے اواخر میں ترکیے سے تنزانیہ کی بندرگاہ دارالسلام کے لیے روانہ ہوا تھا

موغادیشو (جی این ایم) (ترک بحریہ نے صومالی فورسز کے ساتھ کارروائی کرتے ہوئے صومالی قزاقوں کے قبضے سے بحری جہاز بازیاب کروالیا۔ غیر ملکی خبررساں ادارے کے مطابق صومالی حکومت نے بتایا کہ ترک بحریہ نے صومالی مسلح افواج کے ساتھ مل کر کئی دنوں تک جاری رہنے والے ایک آپریشن کے بعد صومالی پانیوں میں اغوا ہونے والے ایک بحری جہاز کو بازیاب کرا

بقیہ 2 صفحہ 3 پر

اسلام آباد: سری نگر ہائی وے پر بارش کے دوران گاڑیاں رواں دواں ہیں

پاک سعودی کا زرعی ٹیکنالوجی اور سرمایہ کاری میں تعاون بڑھانے کا عزم

سعودی عرب نے پاکستان سے چاول کی درآمد مزید بڑھانے میں دلچسپی ظاہر کی ہے، پاکستان نے 2025 میں سعودی عرب کو تقریباً 169 ہزار ٹن چاول برآمد کیے

نجی شعبوں کے درمیان کاروباری روابط اور میچ میکنگ آسان بنانے، زرعی مصنوعات کی معیار کی سرٹیفکیشن کی باہمی منظوری کے لیے اقدامات کی حوصلہ افزائی بھی کی گئی

اسلام آباد (ویب نیوز) وزیر اعظم شہباز شریف کی ذاتی دلچسپی سے پاکستان اور سعودی عرب کے درمیان زرعی و غذائی تحفظ کے شعبے میں اہم پیش رفت سامنے آئی ہے۔ پاکستان اور سعودی عرب نے زرعی و غذائی مصنوعات کی تجارت اور

بقیہ 3 صفحہ 3 پر

پاکستان، سعودی عرب اور ترکیے کے مشترکہ دفاعی معاہدے کی کمیٹی کا پہلا اجلاس (آج) استنبول میں ہوگا

استنبول میں ہونے والے اس اہم اجلاس میں تینوں ممالک کے وزرائے خارجہ، وزرائے دفاع اور مسلح افواج کے چیفس آف اسٹاف شرکت کریں گے

استنبول (پی پی آئی) پاکستان، ترکیے اور سعودی عرب کے مشترکہ دفاعی معاہدے کی کمیٹی کا پہلا اجلاس (آج) پیر کو استنبول میں ہوگا۔ ترک وزارت خارجہ کے ذرائع کے مطابق اجلاس میں تینوں ممالک کے اعلیٰ حکام شرکت کریں گے جبکہ نائب وزیراعظم سینیٹر اسحاق ڈار استنبول پہنچ گئے ہیں۔ غیر ملکی خبررساں ایجنسی کے مطابق ترک

بقیہ 4 صفحہ 3 پر

عوامی مسائل کا حل اور ترقیاتی منصوبوں کی بروقت تکمیل اولین ترجیح ہے، سلیم کھوسہ

بیرون ملک بیٹھے پی ٹی آئی کے حامیوں کو ایک ایسے ماحول کی ضرورت ہے جس میں غم اور بے چینی پیدا ہو

خوف و ہراس پھیلے، بڑے پیمانے پر احتجاج شروع ہوں، اور ایسا بحران پیدا ہو جو حکومت کی تبدیلی اور بانی کی واپسی کا باعث بن سکے

اسلام آباد (جی این ایم) وزیر دفاع خواجہ محمد آصف نے کہا ہے کہ بانی پی ٹی آئی کی بہن نے پریس کانفرنس میں کہا تھا کہ عمران خان بالکل فٹ ہیں۔ سوشل میڈیا پر جاری بیان میں خواجہ آصف نے کہا کہ بانی پی ٹی آئی کی بہن کا بیان قطعی اور فیصلہ کن ہے، بانی کی بہن اور ذاتی ڈاکٹرز کا اطمینان بخش بیان بیرون ملک حامیوں نے پسند نہیں کیا۔ انہوں نے کہا کہ بیرون ملک بیٹھے پی ٹی آئی

بقیہ 5 صفحہ 3 پر

لاہور: وفاقی وزیر دفاع خواجہ آصف علامہ اقبال انٹرنیشنل ایئر پورٹ کا دورہ کر کے مسافروں کی جانے والی سہولیات کا جائزہ لے رہے ہیں

وزیراعظم کی ترک صدر، حکومت اور عوام کو یومِ فتح کی مبارکباد

پاکستان ترکیہ کے ساتھ تمام شعبوں میں اپنی سٹرٹیجک شراکت داری کو مزید مضبوط اور گہرا کرنے کے عزم پر ثابت قدم ہے، شہباز شریف

اسلام آباد (پی پی آئی) وزیراعظم محمد شہباز شریف نے ترکیہ کے صدر رجب طیب اردوان اور ترکیہ کی حکومت اور عوام کو یوم فتح کی مبارکباد دیتے ہوئے کہا ہے کہ پاکستان دونوں ممالک کی مشترکہ خوشحالی اور سلامتی کے لیے ترکیہ کے ساتھ تمام شعبوں میں اپنی سٹرٹیجک شراکت داری کو مزید مضبوط اور گہرا کرنے کے عزم پر ثابت قدم ہے

بقیہ 8 صفحہ 3 پر

صدر زرداری کی بلاول بھٹو کا رشتہ لیکر یورپی ملک لیختن شٹائن پہنچنے کی خبریں

اسلام آباد / کراچی (پی پی آئی) صدر مملکت آصف زرداری کی جانب سے اپنے بیٹے بلاول بھٹو زرداری کا رشتہ کرنے یورپی ملک لیختن شٹائن پہنچنے کی خبریں سامنے آئی ہیں تاہم پیپلز پارٹی

بقیہ 7 صفحہ 3 پر

صدر زرداری کی یومِ فتح کے موقع پر ترک ہم منصب اور عوام کو مبارکباد

پاکستان اور ترکیہ کے درمیان تاریخ، ایمان اور باہمی تعاون کے گہرے رشتوں پر مبنی منفرد اور پائیدار تعلقات قائم ہیں، صدر

اسلام آباد (پی پی آئی) صدر مملکت آصف علی زرداری نے یوم فتح کے موقع پر ترک ہم منصب رجب طیب اردوان اور ترک عوام کو مبارکباد دیتے ہوئے اس امر پر اعتماد کا اظہار کیا ہے کہ دونوں ممالک کے درمیان قریبی اور برادرانہ تعلقات مزید فروغ پاتے رہیں گے۔ اتوار کو ایکس پر اپنے پیغام میں صدر مملکت نے کہا کہ پاکستان اور ترکیہ کے درمیان تاریخ، ایمان اور باہمی تعاون کے گہرے رشتوں پر مبنی منفرد اور پائیدار تعلقات قائم

بقیہ 9 صفحہ 3 پر

ڈاکٹر محمد سلمان 3 سال کیلئے پمز کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر تعینات، نوٹیفکیشن جاری

اسلام آباد (پی پی آئی) پمز ہسپتال کے 21 گریڈ کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر پروفیسر ڈاکٹر رانا عمران سکندر کی معطلی کا نوٹیفکیشن جاری کردیا گیا۔ نوٹیفکیشن کے مطابق گریڈ 21 کے پمز کے ای

بقیہ 10 صفحہ 3 پر

پاکستان انڈر 19 ٹیم دورہ انگلینڈ کیلئے لاہور سے براستہ دبئی روانہ

دونوں ٹیموں کے درمیان ایک یوتھ ٹیسٹ اور 4 یوتھ ون ڈے میچز کی سیریز کھیلی جائے گی

لاہور (پی پی آئی) پاکستان انڈر 19 ٹیم دورہ انگلینڈ کے لیے لاہور سے روانہ ہوئی، پاکستان انڈر 19 ٹیم لاہور سے براستہ دبئی انگلینڈ پہنچے گی جہاں دونوں ٹیموں کے درمیان ایک یوتھ ٹیسٹ اور 4 یوتھ ون ڈے میچز کی سیریز کھیلی جائے گی۔ یوتھ ٹیسٹ 2 سے 5 ستمبر تک اروندل کاسل کرکٹ گراؤنڈ میں کھیلا جائے گا جبکہ 4 میچز پر مشتمل یوتھ ون ڈے سیریز 9 سے 16 ستمبر تک کھیلی جائے گی۔ ون ڈے سیریز کا پہلا میچ اروندل، دوسرا انگلنڈ

بقیہ 6 صفحہ 3 پر

دنیا میں امن اور استحکام قائم کرنا ہے تو یہ ہمارے خطے ہی سے ابھرے گا، مسعود پزشکیان

ہم نے جنگ شروع نہیں کی اور نہ ہی ہم جنگ کے خواہاں ہیں لیکن کسی بھی جارح کے خلاف پوری قوت کے ساتھ کھڑے ہوں گے، خطاب

تہران (پی پی آئی) ایران کے صدر مسعود پزشکیان نے کہا ہے کہ دنیا میں امن اور استحکام قائم کرنا ہے تو یہ ہمارے خطے ہی سے ابھرے گا۔ تہران میں تقریب سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ پوری قوت اور عزم سے کھڑی قوم کو ہتھیار ڈالنے پر کوئی بھی مجبور نہیں کرسکتا۔ ایرانی صدر نے کہا کہ ہم نے جنگ شروع نہیں کی اور نہ ہی ہم جنگ کے خواہاں ہیں لیکن کسی بھی جارح کے خلاف پوری قوت کے ساتھ کھڑے ہوں گے۔ اس

بقیہ 11 صفحہ 3 پر

امریکی ناکہ بندی سے ایران کی رجائی بندرگاہ پر نقل و حرکت ختم ہوگئی

امریکی بحری ناکہ بندی باعث ایرانی جہازرانی اور تجارت کو شدید پابندیوں کا سامنا ہے، رپورٹ

واشنگٹن (پی پی آئی) تازہ ترین تصاویر میں جنوب مشرقی ایران کے شہر بندر عباس میں واقع رجائی بندرگاہ کے میدان سامان کی لوڈنگ اور ان لوڈنگ کی معمول کی کسی بھی سرگرمی یا نقل و حرکت سے مکمل طور پر خالی دکھائی دے رہے ہیں۔ یہ ایک ایسے وقت میں ہو رہا ہے جب ملک پر عائد امریکی بحری ناکہ بندی باعث ایرانی جہازرانی اور تجارت کو شدید پابندیوں کا سامنا ہے۔ رجائی بندرگاہ ایران کی اہم ترین تجارتی بندرگاہوں میں سے ایک ہے

بقیہ 12 صفحہ 3 پر

اسلام آباد: وفاقی وزیر احسن اقبال اسلام آباد میں سی ڈی ڈبلیو پی کے اجلاس کی صدارت کر رہے ہیں

نیپال میں تباہ کن سیلاب سے اموات 734، لاپتہ افراد کی تعداد 2,498 تک پہنچ گئی

شدید سیلاب اور مٹی کے تودوں کے باعث متاثرہ علاقوں تک رسائی بدستور ایک بڑا چیلنج ہے، ڈیزاسٹر مینجمنٹ ایجنسی

کھٹمنڈو (پی پی آئی) نیپال میں تباہ کن سیلاب سے اموات اتوار کی صبح تک بڑھ کر 734 ہو گئی ہیں جبکہ لاپتہ ہونے والے افراد کی تعداد بھی 2,498 تک پہنچ گئی ہے۔ برطانوی ٹی وی نے نیپال کی ڈیزاسٹر مینجمنٹ ایجنسی کے حوالے سے بتایا کہ متاثرہ علاقوں میں ریسکیو کارروائیاں پانچویں روز بھی جاری ہیں اور اب تک 3,700 سے زائد

بقیہ 13 صفحہ 3 پر

افتخار گیلانی کی وزارت عظمیٰ نواز شریف کا فیصلہ، کسی سے زیادتی نہیں کی، رانا ثنا

اسلام آباد (پی پی آئی) وزیراعظم شہباز شریف کے مشیر سیاسی امور سینیٹر رانا ثنا اللہ نے کہا ہے کہ بیرسٹر افتخار گیلانی کو وزیراعظم آزاد کشمیر بنانے کا فیصلہ نواز شریف کا تھا۔ نجی ٹی وی کے

بقیہ 14 صفحہ 3 پر

چین، شی زانگ میں مڈسلائیڈ کی وجہ واضح ہوگئی، امدادی کارروائیاں جاری

جاری طویل عرصے سے جاری موسمیاتی حدت کے باعث گلیشیر کے غیر مستحکم ہونے کی وجہ سے آئی، ماہرین

بیجنگ (پی پی آئی) 30 اگست کو چین کے شی زانگ خود اختیار علاقے کی عوامی حکومت کی پریس کانفرنس میں شی زانگ میں مڈ سلائیڈ کی وجہ واضح ہوگئی ہے۔ چائنا اکیڈمی فار سائنس کی چنگ دو انسٹی ٹیوٹ آف ماؤنٹین ہیزرڈز اینڈ انوائرمنٹ کی برفانی خطے سے متعلق ہنگامی امدادی ٹیم نے ریموٹ سینسنگ نگرانی کے ڈیٹا اور جائے وقوعہ سے

بقیہ 15 صفحہ 3 پر

وزیراعظم آزاد کشمیر کا انٹرنیٹ سروس 2 روز میں بحال کرنے کا اعلان

مظفر آباد (پی پی آئی) نومنتخب وزیراعظم آزاد کشمیر بیرسٹر افتخار گیلانی نے انٹرنیٹ سروس آئندہ 2 روز میں بحال کرنے کا اعلان کردیا۔ میڈیا رپورٹ کے مطابق مرکزی ایوان صحافت کے پہلے دورے

بقیہ 17 صفحہ 3 پر

بحرین، جعل سازی میں ایرانی شہری کو 10 سال قید اور ملک بدری کی سزا

ایرانی شہری نے بحرینیوں کے لیے مخصوص مراعات حاصل کرنے کے لیے جعلی دستاویزات کا استعمال کیا

منامہ (پی پی آئی) بحرین کی پہلی اعلیٰ فوجداری عدالت نے ایرانی شہریت رکھنے والے ایک شخص کو 10 سال قید کی سزا سنادی۔ ساتھ ہی سزا کی مدت پوری ہونے کے بعد اسے ملک بدر کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ فیصلہ بحرینی اخبار کی شائع کردہ خبر کے مطابق پیدائش کے سرٹیفکیٹ میں جعل سازی کرنے اور بحرینی شہریوں کے لیے مخصوص مراعات حاصل کرنے کے لیے سرکاری دستاویزات کے استعمال کا جرم ثابت ہونے پر

بقیہ 16 صفحہ 3 پر

شنگھائی تعاون تنظیم نے کامیابی سے باہمی اعتماد کا ایک ماحول تشکیل دیا ہے، سیکرٹری جنرل

ایس سی او ایس سی او نے کثیر سطحی تعاون کا ایک منفرد میکانزم قائم کرلیا ہے، یرمیک بائیف کا انٹرویو

بیجنگ (پی پی آئی) شنگھائی تعاون تنظیم (ایس سی او) کا سربراہی اجلاس کرغزستان میں منعقد ہونے والا ہے۔ ایس سی او کے سیکرٹری جنرل یرمیک بائیف نے سی ایم جی کو دیے گئے ایک خصوصی انٹرویو میں کہا کہ گزشتہ برسوں میں، شنگھائی تعاون تنظیم نے کامیابی سے باہمی اعتماد کا ایک ماحول تشکیل دیا ہے، اور مشاورت کے ذریعے

بقیہ 19 صفحہ 3 پر

کے پی حکومت نے بی آر ٹی پشاور کیلئے مزید 50 بسیں خرید لیں، کمپنی کی جانب سے دو بسیں تحفے کے طور پر دی گئیں

پشاور) اے ایف بی (خیبر پختونخوا حکومت نے بی آر ٹی پشاور کیلئے 2 ارب 13 کروڑ 90 لاکھ روپے کی مزید 50 بسیں خرید لیں۔ صوبائی حکومت کی جانب سے خریدی گئی 50 نئی بسوں

بقیہ 18 صفحہ 3 پر

حکومت قیام امن میں اپنی نااہلی کا ملبہ باغات مالکان پر ڈال رہی ہے، مولانا حیدری

حکومت قیام امن میں اپنی نااہلی کا ملبہ باغات مالکان پر ڈال رہی ہے اب اپنی ناکامی چھپانے کے لیے باغات کی مالکان کو سہولت کار قرار دے رہا ہے

فورسز پر حملہ کسی کے باغ سے واردات ہو جائے تو مالک قصوروار کیسے ٹھہرا جاتا ہے۔ کسی کو سہولت کار قرار دینے سے بلوچستان کے امن مسئلہ حل نہیں ہوگا

کوئٹہ) اے این این (جمعیت علما اسلام کے مرکزی جنرل سیکرٹری رکن قومی اسمبلی مولانا عبدالغفور حیدری نے کہا ہے کہ حکومت قیام امن میں اپنی نااہلی کا ملبہ باغات مالکان پر ڈال رہی ہے اب اپنی ناکامی چھپانے کے لیے باغات کی مالکان کو سہولت کار قرار دے رہا ہے قیام امن ریاست کی ذمہ داری ہے۔ باغات کے مالکان کو دہشت گردوں کا سہولت کار تصور کرنا یا باغات کو ختم کرنا

بقیہ 20 صفحہ 3 پر

راولپنڈی: چیئرمین پی ٹی آئی بیرسٹر گوہر خان سے کسان ونگ کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات چوہدری خالد نواز ملاقات کر رہے ہیں

نظام گل سڑ گیا، کے پی اور بلوچستان میں بدامنی ہے، حافظ نعیم

آنکھوں میں کھٹک رہا ہے، اسی لئے لیاقت باغ کو تالے لگا دیئے گئے۔ کارکن تالے توڑ کر اندر جانے کو تیار ہیں تاہم انہیں روکا ہوا ہے

حقیقی کام کچھ نہیں، نمائشی اقدامات زیادہ ہیں۔ ملک میں امن وامان کا معاملہ بگڑتا جا رہا ہے، دہشت گردی کے واقعات میں تیزی آتی جا رہی ہے

لاہور) اے این این (امیر جماعت اسلامی حافظ نعیم الرحمٰن نے کہا ہے کہ پنجاب میں حقیقی کام کچھ نہیں، نمائشی اقدامات زیادہ ہیں، ہر شعبے میں کرپشن ہی نظر آ رہی ہے، انکم ٹیکس صرف تنخواہ دار طبقے سے وصول کیا جا رہا ہے۔ چیئرنگ کراس لاہور میں میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے حافظ نعیم الرحمٰن نے کہا کہ پنجاب میں حقیقی کام کچھ نہیں، نمائشی اقدامات زیادہ ہیں۔ ملک میں امن وامان کا معاملہ

بقیہ 21 صفحہ 3 پر

مغربی کنارے میں فلسطینی بچوں اور نوجوانوں کے قتل میں اضافہ

11 سے 24 اگست کے دوران 100 سے زائد فلسطینی زخمی ہوئے، اقوام متحدہ

نیویارک (پی پی آئی) مغربی کنارے میں فلسطینیوں، خصوصاً بچوں اور نوجوانوں کے خلاف ہلاکتوں اور تشدد میں اضافہ دیکھا جا رہا ہے۔ اقوام متحدہ کے تازہ اعداد وشمار کے مطابق 2026 کے آغاز سے اب تک 79 فلسطینی اسرائیلی فورسز یا آبادکاروں کے ہاتھوں مارے جا چکے ہیں، جن میں 19 بچے شامل ہیں۔ تقریباً 1,870 فلسطینی زخمی بھی ہوئے ہیں۔ 21 اگست کو الخلیل کے قریب آبادکاروں کے حملے میں ایک فلسطینی لڑکا ہلاک اور دوسرا شدید زخمی ہوا۔ جنین، نابلس اور الخلیل میں اسرائیلی فوجی کارروائیوں کے دوران بھی

بقیہ 28 صفحہ 3 پر

پاکستان اور ازبکستان کا اقتصادی روابط مزید مضبوط بنانے پر اتفاق

اسلام آباد) اے ایف پی (پاکستان اور ازبکستان نے دوطرفہ تجارت اور سرمایہ کاری کے مواقع بڑھانے سمیت اقتصادی تعلقات مزید گہرا کرنے پر اتفاق کیا ہے۔ یہ اتفاق رائے ازبکستان

بقیہ 27 صفحہ 3 پر

مضبوط پورٹ سٹی رابطوں، کمیونٹی ہیلتھ کیئر کے خواہاں ہیں، جنید انوار چوہدری

بندرگاہیں اور شہر تاریخی طور پر ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں اور اس رشتے کو مضبوط کرنے کی ضرورت ہے، وفاقی وزیر

اسلام آباد (پی پی آئی) وفاقی وزیر برائے بحری امور محمد جنید انوار چوہدری نے کہا ہے کہ بندرگاہوں کو روزگار، ٹیکس محصولات، لاجسٹکس، صنعتی سرگرمیوں اور واٹر فرنٹ کی تخلیق نو کے ذریعے بندرگاہی شہروں کی ترقی میں کردار ادا کرنا چاہیے، بندرگاہیں اور شہر تاریخی طور پر ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں اور اس رشتے کو مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔ وزارت بحری امور کی جانب سے یہاں جاری اعلامیے کے مطابق انہوں نے کہا کہ اقتصادی فوائد اکثر بندرگاہی علاقوں سے باہر ہوتے ہیں تاہم ماحولیاتی اور سماجی اثرات اکثر بندرگاہی شہروں میں مرکوز ہوتے ہیں۔ شہری ترقی میں بندرگاہوں کے کردار کے حوالہ سے انہوں نے

بقیہ 26 صفحہ 3 پر

مجتبیٰ خامنہ ای کا خلیجی ممالک کے حکمرانوں سے حقیقی دشمن کا مقابلہ کرنے کا مطالبہ

تہران (پی پی آئی) ایران کے رہبر اعلیٰ مجتبیٰ خامنہ ای نے خلیجی ممالک کے حکمرانوں سے حقیقی دشمن کا مقابلہ کرنے کا مطالبہ کردیا۔ خلیجی حکمرانوں کے نام سوشل میڈیا پر تحریری پیغام میں انہوں نے

بقیہ 22 صفحہ 3 پر

دادو، گاؤں دانو چانڈیو میں 2 برادریوں میں مسلح تصادم، 8 افراد جاں بحق

فائرنگ کے واقعے میں 2 افراد زخمی بھی ہوئے، دونوں برادریوں کے درمیان زمین کا تنازع چل رہا تھا، پولیس

دادو / کراچی (پی پی آئی) دادو کے کچے کے گاؤں دانو چانڈیو میں دو گروہوں کے درمیان مسلح تصادم کے نتیجے میں 8 افراد ہلاک ہوگئے۔ پولیس کے مطابق فائرنگ کے واقعے میں 2 افراد زخمی بھی ہوئے، دونوں برادریوں کے درمیان زمین کا تنازع چل رہا تھا جبکہ راستہ نکالنے کے معاملے پر جھگڑا ہوا، جس کے بعد دونوں گروہوں میں فائرنگ کا تبادلہ ہوا۔ واقعے کی اطلاع ملتے ہی پولیس کی بھاری نفری جائے وقوع پر پہنچی اور صورتحال پر قابو پانے کے لیے کارروائی شروع کردی۔ وزیراعلیٰ سندھ مراد علی شاہ نے دادو کے گوٹھ دانو چانڈیو میں فائرنگ کے واقعے کا نوٹس لیتے ہوئے قیمتی انسانی جانوں کے ضیاع پر افسوس کا اظہار کیا اور جاں بحق

بقیہ 23 صفحہ 3 پر

دیہی علاقوں میں روزگار کیلئے صنعتی زونز قائم کیے جائیں، ہمایوں اختر خان

عالمی آئی ٹی اداروں سے اشتراک کا دائرہ دیہی علاقوں تک بڑھایا جائے، سابق وفاقی وزیر

لاہور) اے ایف بی (سابق وفاقی وزیر ہمایوں اختر خان نے کہا ہے کہ دیہی علاقوں میں روزگار کے نئے مواقع پیدا کرنے کیلئے صنعتی زونز قائم کرنے کی ضرورت ہے، گوگل اور دیگر عالمی آئی ٹی اداروں کے ساتھ اشتراک خوش آئند ہے تاہم اس کا دائرہ کار دیہی علاقوں تک بھی پھیلایا جائے تاکہ دیہی نوجوانوں کو جدید ہنر، آئی ٹی اور آن لائن روزگار کے مواقع میسر آ سکیں اور وہ قومی دھارے میں مؤثر کردار ادا کر سکیں۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے حلقہ این اے 97 کے دورے کے موقع پر مختلف شعبوں سے وابستہ شخصیات سے گفتگو

بقیہ 29 صفحہ 3 پر

تاجروں اور دکانداروں کی سہولت کیلئے آسان ٹیکس اسکیم متعارف

کراچی) اے ایف بی (وزیر مملکت خزانہ بلال اظہر کیانی نے کہا ہے کہ کراچی کے تاجروں اور دکانداروں کی سہولت کیلئے آسان ٹیکس اسکیم متعارف کرائی گئی ہے، ایف بی آر عملہ دکان میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ اپنے ایک بیان میں وزیر مملکت نے کہا کہ آسان ٹیکس اسکیم سے ٹیکس نیٹ

بقیہ 30 صفحہ 3 پر

اسحاق ڈار کی ترکیہ کے یومِ فتح کی 104 ویں سالگرہ کے موقع پر ترک قیادت، حکومت اور عوام کو مبارکباد

پاکستان اور ترکیہ باہمی اعتماد، محبت اور دونوں اقوام کے درمیان گہری ثقافتی وابستگی پر مبنی غیر معمولی برادرانہ رشتے میں بندھے ہوئے ہیں

اسلام آباد (پی پی آئی) نائب وزیراعظم و وزیر خارجہ سینیٹر محمد اسحاق ڈار نے ترکیہ کے یوم فتح کی 104 ویں سالگرہ کے موقع پر، ترکیہ کی قیادت، حکومت اور برادر عوام کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہم اپنے ترک بھائیوں اور بہنوں کے ساتھ مل کر اس تاریخی فتح کی خوشی مناتے ہیں اور غازی مصطفیٰ کمال اتاترک سمیت ترکیہ کی جنگِ آزادی کے تمام ہیروز اور شہدا کی عظیم قربانیوں کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔ اتوار کو ایکس پر اپنے پیغام میں انہوں نے کہا کہ ہم ترک قوم کے عزم، حوصلے اور ثابت قدمی کے لازوال جذبے کو سلام پیش کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان اور ترکیہ باہمی اعتماد، محبت اور دونوں اقوام

بقیہ 31 صفحہ 3 پر

لاہور میں پنچنگی طرز کے منشیات فروشی کے نیٹ ورک کا انکشاف

لاہور) اے ایف پی (لاہور میں پنچنگی طرز کے منشیات فروشی کے نیٹ ورک کا انکشاف ہوا ہے۔ پولیس ذرائع کے مطابق منشیات فروشوں کے خلاف درج مقدمات میں ملزمان نے ویڈ اور آئس کے ڈیلر کے نام کا انکشاف کیا ہے۔ پولیس ذرائع کے مطابق منشیات اسلام آباد سے لاہور سپلائی کی جاری ہے، جبکہ پولیس ریکارڈ میں آئس اور ویڈ کا بڑا ڈیلر اسلام آباد کے علاقے ای الیون کا رہائشی

بقیہ 25 صفحہ 3 پر

گدو 747 میگاواٹ پاور پلانٹ کے اسٹیم ٹربائن کی بحالی کیلئے بین الاقوامی مسابقتی بولیاں طلب

منصوبے کی تکمیل سے بجلی کی پیداواری لاگت میں 4 روپے 19 پیسے فی یونٹ کمی اور 297 میگاواٹ اضافی صلاحیت متوقع

اسلام آباد (پی پی آئی) پاور ڈویژن کی مسلسل کوششوں کے نتیجے میں گدو 747 میگاواٹ پاور پلانٹ کے اسٹیم ٹربائن کی بحالی کیلئے بین الاقوامی مسابقتی بولیاں طلب کر لی گئی ہیں۔ منصوبے کی تکمیل سے پلانٹ کی بجلی پیداواری لاگت میں 4 روپے 19 پیسے فی یونٹ کمی متوقع ہے جس سے پیداواری لاگت 13 روپے 87 پیسے فی یونٹ سے کم ہو کر 9 روپے 68 پیسے فی یونٹ رہ جائے گی۔ منصوبے کے ذریعے 297 میگاواٹ اضافی بجلی پیدا کرنے کی صلاحیت بھی بحال ہوگی۔ جولائی 2022 میں لگنے والی آگ کے بعد اسٹیم ٹربائن نمبر 16 اور اس سے منسلک جنریٹر تاحال بند ہیں، جس کے باعث پلانٹ اس وقت

بقیہ 24 صفحہ 3 پر

محکمہ صحت بلوچستان میں غیر حاضر ملازمین کے خلاف کریک ڈاون

100 سے زائد ملازمین برطرف مزید 402 کے خلاف کارروائی مکمل

کوئٹہ (پی پی آئی) وزیراعلیٰ بلوچستان میر سرفراز بگٹی کی سخت ہدایات پر محکمہ صحت میں غیر حاضر اور غفلت برتنے والے ملازمین کے خلاف بلاامتیاز کارروائی کا سلسلہ جاری ہے۔ حکومت بلوچستان کے مطابق محکمہ صحت میں غیر حاضری اور فرائض میں غفلت برتنے والے 11 ہزار ملازمین کی تنخواہوں سے مجموعی طور پر 29 کروڑ روپے کی کٹوتی کی گئی ہے، جبکہ 100 سے زائد ملازمین کو ملازمت سے برطرف کیا جا چکا ہے۔ حکام کے مطابق مزید 402 ملازمین کے خلاف کارروائی کا عمل بھی مکمل کرلیا گیا ہے، جس کے بعد محکمہ صحت میں حاضری اور سرکاری فرائض کی انجام دہی کے نظام کو مزید مؤثر بنانے کے لیے اقدامات جاری ہیں۔ وزیراعلیٰ بلوچستان میر

بقیہ 32 صفحہ 3 پر

لاہور: امیر جماعت اسلامی پاکستان حافظ نعیم الرحمٰن چیئرنگ کراس چوک میں دھرنے کے مقام پر پریس کانفرنس کر رہے ہیں

کوئٹہ: پاکستان پیپلز پارٹی کے مرکزی رہنما چیف آف جھالاوان نواب ثناء اللہ زہری سے بلوچستان اسمبلی میں اپوزیشن لیڈر یونس عزیز زہری کی قیادت میں جمعیت سے اراکین قومی اسمبلی کا وفد ملاقات کر رہا ہے

ڈی پی ایم شتر قلات انجینئر عائشہ زہری گورنمنٹ ڈگری گرلز کالج کی لائبریری کا معائنہ کر رہی ہیں

خاران میں چوری کے واقعہ کی کوریج پر صحافی کاشف بلوچ کو دھمکیاں، میڈیا کونسل کی شدید مذمت

واقعہ کی شفاف تحقیقات کرکے ملزمان کو قانون کے کٹہرے میں لایا جائے ورنہ احتجاج کریں گے، پاکستان اتحاد میڈیا کونسل

خاران (بی پی آئی) پاکستان اتحاد میڈیا کونسل رجسٹرڈ بلوچستان کے صوبائی ترجمان نے اپنے جاری کردہ بیان میں کہا ہے کہ گزشتہ دنوں خاران میں چوری کے ایک واقعے کی کوریج کے دوران پاکستان اتحاد میڈیا کونسل کے ذمہ دار عہدیدار اور صحافی کاشف بلوچ کو نامعلوم نمبروں سے دھمکیاں دی گئیں جس کی پاکستان اتحاد میڈیا کونسل بلوچستان شدید الفاظ میں مذمت کرتی ہے صوبائی ترجمان نے کہا کہ صحافیوں کو اپنے پیشہ ورانہ فرائض کی انجام دہی کے دوران دھمکیاں دینا آزادی صحافت پر حملہ اور انتہائی قابل مذمت عمل ہے صحافی معاشرے کی آواز ہوتے ہیں اور انہیں اپنے فرائض بلا خوف و خطر انجام دینے کا مکمل حق حاصل ہے انہوں نے کہا کہ پاکستان اتحاد میڈیا کونسل بلوچستان کا موقف بالکل واضح ہے اور ہم خاران انتظامیہ اور ڈی آئی جی پولیس بلوچستان سے پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ کاشف بلوچ کو دھمکیاں دینے والے عناصر کو فوری طور پر قانون کے کٹہرے میں لایا جائے واقعے کی صاف شفاف اور غیر جانبدارانہ تحقیقات کی جائیں۔۔

کوئٹہ، ایئرپورٹ روڈ پر ایک دکان پر ٹرک سے سبزیوں کی تھیلیاں اتارتا ہوا مزدور

دالبندین، بجلی کی طویل لوڈشیڈنگ سے کاروبار بری طرح متاثر، تاجر اور شہری شدید پریشان

کیسکو حکام سٹی فیڈر کا ظالمانہ شیڈول ختم کریں، بازار رات نو بجے تک کھلتے ہیں: تاجر برادری کا مطالبہ

دالبندین (بی پی آئی) دالبندین میں بجلی کی طویل لوڈشیڈنگ، کاروبار بری طرح متاثر، تاجر اور شہری پریشان دالبندین: چاغی کے صدر مقام دالبندین میں کیسکو حکام کی جانب سے شام 4 بجے سے رات 8 بجے تک بجلی کی بندش کے باعث کاروباری سرگرمیاں بری طرح متاثر ہو رہی ہیں، جبکہ تاجر اور عام شہری شدید پریشانی کا شکار ہیں۔ تفصیلات کے مطابق دالبندین اس وقت بھی شدید گرم ترین شہروں میں شمار ہوتا ہے۔ دن کے وقت، خصوصاً شام 4 بجے جب گرمی اپنی شدت پر ہوتی ہے، بجلی کی بندش سے شہریوں کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ تاجر برادری کا کہنا ہے کہ زیادہ تر مارکیٹوں اور دکانوں میں لوگ خریداری کے لیے شام 4 بجے کے بعد بازار کا رخ کرتے ہیں، لیکن اسی وقت سے رات 8 بجے تک بجلی کی بندش کے باعث کاروبار شدید متاثر ہو رہا ہے۔

سوات ایکسپریس وے ٹنل 2 کے قریب کوچ اور ڈمپر میں ٹکر، 4 افراد جاں بحق

ملاکنڈ (بی پی آئی) سوات ایکسپریس وے ٹنل 2 کے قریب کوچ اور ڈمپر میں خوفناک تصادم ہوا۔ ریسکیو حکام کے مطابق سوات ایکسپریس وے ٹنل 2 کے قریب کوچ اور ڈمپر میں خوفناک حادثہ پیش آیا، حادثے میں 4 افراد جاں بحق اور 7 افراد زخمی ہوئے جنہیں طبی امداد کیلئے فوری ہسپتال منتقل کر دیا گیا ہے۔ ریسکیو حکام نے بتایا کہ سوات ایکسپریس وے ٹنل 2 کے قریب یہ حادثہ تیز رفتاری کے باعث پیش آیا تھا۔

مسلم لیگ (ن) سیاست میں انتقامی کارروائیوں پر یقین نہیں رکھتے ہیں، سید جہانگیر شاہ

عوام کے ووٹ کی طاقت سے آنے والوں کو فوری طور پر منسٹری دی جائے تاکہ وہ عوام کی خدمت کر سکیں۔

کوئٹہ (بی پی آئی) پاکستان مسلم لیگ (ن) بلوچستان کے صوبائی رہنما سید جہانگیر شاہ نے کہا ہے کہ مسلم لیگ (ن) کے قائد میاں محمد نواز شریف ایک عظیم قائد ہیں جو سیاست میں انتقامی کارروائیوں پر یقین نہیں رکھتے ہیں ہم پارٹی قائد سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ انسانی بنیادوں پر سابق وزیر اعظم عمران خان کو علاج معالجے کی سہولیات کی فراہمی کی ہدایات دیں، بلوچستان میں مسلم لیگ (ن) کے کارکنوں کے مسائل حل کرنے کیلئے فوری طور پر عملی اقدامات اٹھائے جائیں تاکہ عوام میں پائی جانے والی بے چینی کا خاتمہ ہو سکے۔ یہاں جاری ہونے والے ایک بیان میں سید جہانگیر شاہ نے کہا کہ سابق وزیر اعظم عمران خان اور جنرل پرویز مشرف نے اپنے دور اقتدار میں مسلم لیگ (ن) کے قائد میاں محمد نواز شریف، بیگم کلثوم نواز، مریم نواز اور دیگر قائدین کے خلاف انتقامی کارروائیاں کیں انہیں جیلوں میں پابند سلاسل کیا گیا جو کسی سے ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ مسلم لیگ (ن) کی رہنما بیگم کلثوم نواز نے بیماری کے باوجود ملک میں جمہوریت کی بحالی کیلئے جدوجہد کی جس کی بدولت ملک میں جمہوریت بحال

رحیم یار خان، کائنات بی بی قتل و زیادتی کیس، پولیس مقابلے میں 2 ملزمان ہلاک

[illegible]

کوہلو، کوہ جاندران میں سبز اور نایاب درختوں کی بے دریغ کٹائی جاری

غلاسوں، خان محمد، نزر خان اور ازل خان کے گروہوں پر درخت کاٹ کر راتوں رات ٹال مالکان کو فروخت کرنے کا الزام

کوہلو (بی پی آئی) بلوچستان کے ضلع کوہلو کے کوہ جاندران کے مختلف علاقوں میں مبینہ طور پر لانگھانی مری کے ذیلی شاخ جعفرانی قبائل کے بعض افراد کی جانب سے سبز اور نایاب درختوں کی مسلسل کٹائی اور راتوں رات لکڑی ٹال مالکان کو فروخت کیے جانے کے الزامات نے ضلعی انتظامیہ اور محکمہ جنگلات و جنگلی حیات کی کارکردگی پر سوالات اٹھا دیے ہیں۔ تفصیلات کے مطابق کوہ جاندران کے گزگاڑ جو کہ ایف سی چوکی 5 نمبر واقع مختلف علاقوں میں مبینہ طور پر لانگھانی مری کے ذیلی شاخ جعفرانی قبائل سے تعلق رکھنے والے غلاسوں، خان محمد، نزر خان اور ازل خان گروہوں کے بعض افراد کی جانب سے سبز و نایاب درختوں کی کٹائی کا سلسلہ جاری ہے۔ علاقہ مکینوں کے مطابق درخت کاٹنے کے بعد لکڑی مبینہ طور پر رات کے اوقات میں ٹال مالکان کو فروخت کی جاتی ہے، جس سے علاقے کے قدرتی جنگلات کو شدید نقصان پہنچ رہا ہے۔ علاقہ مکینوں کا کہنا ہے کہ ایک جانب حکومت کی جانب سے جنگلات اور سبز درختوں کے تحفظ کے لیے درختوں کی کٹائی پر پابندی عائد کی گئی ہے، جبکہ دوسری جانب بعض مقامات پر درختوں کی کٹائی کا سلسلہ مبینہ طور پر بلا روک ٹوک جاری ہے۔ شہریوں نے سوال اٹھایا کہ اگر ایک طرف شجرکاری مہم کے تحت درخت لگائے جا رہے ہیں تو دوسری جانب موجودہ سبز اور نایاب درختوں کی حفاظت کیوں نہیں کی جا رہی؟ ☆☆☆☆☆

کوئٹہ امیر جماعت اسلامی بلوچستان ایم پی اے مولانا ہدایت الرحمٰن بلوچ گورنر ہاؤس کوئٹہ کے ساتھ جاری عوامی دھرنے سے خطاب کر رہے ہیں

منی پور میں نسلی فسادات کی نئی لہر، مودی سرکار حالات پر قابو پانے میں بری طرح ناکام

نئی دہلی (بی پی آئی) مودی سرکار کی یک طرفہ اور ناکام پالیسیوں نے منی پور کو آگ میں جھونک دیا، پرتشدد واقعات شدت اختیار کر گئے، بھارت کا اپنا جریدہ منی پور میں اٹھنے والے فسادات کی تفصیلات سامنے لے آیا، بھارتی جریدہ کے مطابق منی پور کے کانگ پوکپی ضلع میں مسلح حملے کے نتیجے میں 4 افراد ہلاک، ایک زخمی اور ایک لاپتہ ہو گیا، حملے میں ہلاک اور زخمی ہونے والے افراد کا تعلق ناگا قبیلے سے ہے، مقامی افراد نے کوکی عسکریت پسندوں پر حملے میں ملوث ہونے کا الزام لگایا ہے۔۔

چھتر، ڈپٹی ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر جاوید شریف عمرانی کی تعلیمی خدمات قابل تحسین

تعلیمی اداروں کی کارکردگی بہتر بنانے اور اساتذہ کی حاضری یقینی بنانے کے لیے بھرپور اقدامات جاری ہیں

چھتر (بی پی آئی) ڈپٹی ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر چھتر جاوید شریف عمرانی کی تعلیمی خدمات قابل تحسین تفصیلات کے مطابق محکمہ تعلیم نصیر آباد کے متحرک اور فرض شناس افسر ڈپٹی ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر چھتر جاوید شریف عمرانی کی تعلیمی شعبے کی بہتری اور تعلیمی نظام کو مزید مؤثر بنانے کے لیے خدمات قابل تحسین قرار دی جا رہی ہیں ڈپٹی ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر جاوید شریف عمرانی اپنے فرائض منصبی کو احسن انداز میں انجام دینے کے ساتھ ساتھ تعلیمی اداروں کی کارکردگی بہتر بنانے، اساتذہ کی حاضری یقینی بنانے اور طلبہ کو بہتر تعلیمی ماحول کی فراہمی کے لیے بھرپور اقدامات کر رہے ہیں جاوید شریف عمرانی کی جانب سے تعلیمی اداروں کی نگرانی اور تدریسی سرگرمیوں کو مؤثر بنانے پر خصوصی توجہ دی جا رہی ہے، جبکہ اساتذہ اور طلبہ کے مسائل کے حل کے لیے بھی اقدامات کیے جا رہے ہیں تعلیمی حلقوں کا کہنا ہے کہ ڈپٹی ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر چھتر جاوید شریف عمرانی کی محنت، فرض شناسی اور فعال کردار سے علاقے میں تعلیمی معیار کی بہتری کے لیے مثبت پیش رفت ہو رہی ہے، جو قابل ستائش امر ہے۔

امریکہ سے معاہدہ بھی ہوا تو ایران پر حملہ کریں گے، اسرائیل کی کھلی دھمکی

[illegible] کرے گا، چاہے ایران اور امریکا کے درمیان کوئی معاہدہ ہی کیوں نہ ہو جائے۔ عرب ٹی وی کے مطابق اسرائیلی وزیر توانائی ایلی کوہن نے ہفتے کے روز اسرائیلی ویب سائٹ والّا نیوز کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ ایران کی جانب سے جوہری یا بیلسٹک میزائل پروگرام کی بحالی کی کوشش کو اسرائیل برداشت نہیں کرے گا۔

کوئٹہ، وزکا رو مسکان ملک پریس کلب کے سامنے احتجاج کر رہی ہیں

سول ویٹرنری ہسپتال میں جانوروں کے علاج معالجے کی سہولیات جاری

مال مویشی دیہی معیشت کا اہم ذریعہ ہیں، ہسپتال میں ادویات اور ویکسین کی دستیابی یقینی بنائی جائے، مویشی پال افراد

چھتر (بی پی آئی) سول ویٹرنری ہسپتال ڈیرہ مراد جمالی میں جانوروں کے علاج معالجے کی سہولیات، ڈاکٹر کرشن کمار اوڈ راجپوت کی نگرانی میں امور جاری تفصیلات کے مطابق سول ویٹرنری ہسپتال ڈیرہ مراد جمالی میں مویشی پال افراد کو جانوروں کے علاج معالجے اور ویٹرنری سہولیات کی فراہمی کا سلسلہ جاری ہے، جہاں ہسپتال کے انچارج ڈاکٹر کرشن کمار اوڈ راجپوت کی نگرانی میں مختلف نوعیت کی ویٹرنری خدمات فراہم کی جا رہی ہیں۔ ہسپتال میں آنے والے مویشی پال افراد کو جانوروں کا معائنہ، بیماریوں کی تشخیص اور ضروری طبی علاج کیا جاتا ہے سول ویٹرنری ہسپتال ڈیرہ مراد جمالی علاقے میں مویشی پال افراد کے لیے اہم طبی مرکز کی حیثیت رکھتا ہے، جہاں روزانہ کی بنیاد پر مختلف بیماریوں میں مبتلا جانوروں کو علاج کی سہولیات فراہم کی جاتی ہیں جانوروں کی صحت کو بہتر رکھنے کے لیے بروقت تشخیص اور مناسب علاج پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے، جبکہ مویشی پال افراد کو جانوروں کی دیکھ بھال اور بیماریوں سے بچاؤ کے حوالے سے ضروری رہنمائی بھی فراہم کی جاتی ہے ڈاکٹر کرشن کمار اوڈ راجپوت کی نگرانی میں ہسپتال کے طبی امور کو بہتر انداز میں چلانے اور مویشی پال افراد کو ممکنہ حد تک بروقت سہولیات فراہم کرنے پر توجہ دی جا رہی ہے جانوروں میں بیماریوں کی بروقت نشاندہی اور علاج نہ صرف مویشی پال افراد کے معاشی نقصان کو کم کرنے میں معاون ثابت ہوتا ہے بلکہ علاقے میں جانوروں کی صحت کے بہتر نظام کے لیے بھی اہم کردار ادا کرتا ہے۔۔

جنوبی کوریا کا خودکش ڈرون، بحری مشق کے دوران فیل، لانچ کے چند سیکنڈ بعد سمندر میں جا گرا

سیول (بی پی آئی) جنوبی کوریا میں مقامی طور پر تیار کیا گیا جدید خودکش ڈرون، بحری جنگی مشق کے دوران لانچ ہوتے ہی فیل ہو گیا اور چند سیکنڈ بعد سمندر میں جا گرا۔ عرب ٹی وی کے مطابق یہ ڈرون جنوبی ساحلی شہر بوسان کے قریب سمندر میں ایک ایمفیبئس اسالٹ شپ سے لانچ کیا گیا تھا۔ مشق کے دوران ڈرون کو پانی میں موجود ایک کشتی کو نشانہ بنانا تھا۔ جنوبی کوریا کی ایجنسی فار ڈیفنس ڈیولپمنٹ کے مطابق لانچ ٹیوب کے نچلے حصے کے بائیں دروازے کی الائنمنٹ میں خرابی کے باعث

پُز ہسپتال میں پیش آنے والے دلخراش واقعے نے ہر آنکھ کو اشکبار کر دیا ہے، میر محمد یعقوب خان کھوسہ

سوگوار والدین و اہلخانہ کو صبر جمیل دے اور آئندہ ایسے المناک واقعات سے محفوظ رکھے۔ آمین

چھتر (بی پی آئی) پاکستان پیپلز پارٹی صحبت پور کے ضلعی صدر میر محمد یعقوب خان کھوسہ نے پُز ہسپتال میں آتشزدگی کے افسوسناک واقعے کے نتیجے میں نومولود بچوں کی ہلاکت پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ معصوم بچوں کا اس طرح جان سے چلے جانا انتہائی المناک اور پوری قوم کے لیے باعث صدمہ ہے میر محمد یعقوب خان کھوسہ نے کہا کہ پُز ہسپتال میں پیش آنے والے دلخراش واقعے نے ہر آنکھ کو اشکبار کر دیا ہے جن والدین نے اپنے نومولود بچوں کو علاج کے لیے ہسپتال میں داخل کرایا تھا، ان کے لیے یہ صدمہ ناقابل بیان ہے غم کی اس گھڑی میں متاثرہ خاندانوں کے دکھ میں برابر کے شریک ہیں اور ان کے ساتھ دلی ہمدردی اور تعزیت کا اظہار کرتے ہیں

حزب اللہ ایران کے حکم پر مذاکرات سے انکار کر رہی ہے، امریکا کا الزام

بیروت (بی پی آئی) امریکا نے ایران کی حمایت یافتہ لبنانی تنظیم حزب اللہ پر الزام عائد کیا ہے کہ وہ ایران کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے لبنانی حکومت، امریکا اور اسرائیل کے ساتھ مذاکرات سے گریز کر رہی ہے۔ بیروت میں امریکی سفارتخانے نے سوشل میڈیا پلیٹ فارم ایکس پر جاری بیان میں کہا کہ حزب اللہ فی الحال نہ لبنانی ریاست سے بات کرنا چاہتی ہے نہ امریکا سے اور نہ ہی اسرائیل سے، کیونکہ وہ مبینہ طور پر ایران سے ہدایات لے رہی ہے۔

کوہلو، کوہ جاندران میں سبز اور نایاب درختوں کی بے دریغ کٹائی جاری

غلاسوں، خان محمد، نزر خان اور ازل خان کے گروہوں پر درخت کاٹ کر راتوں رات ٹال مالکان کو فروخت کرنے کا الزام

کوہلو (بی پی آئی) بلوچستان کے ضلع کوہلو کے کوہ جاندران کے مختلف علاقوں میں مبینہ طور پر لانگھانی مری کے ذیلی شاخ جعفرانی قبائل کے بعض افراد کی جانب سے سبز اور نایاب درختوں کی مسلسل کٹائی اور راتوں رات لکڑی ٹال مالکان کو فروخت کیے جانے کے الزامات نے ضلعی انتظامیہ اور محکمہ جنگلات و جنگلی حیات کی کارکردگی پر سوالات اٹھا دیے ہیں۔ تفصیلات کے مطابق کوہ جاندران کے گزگاڑ جو کہ ایف سی چوکی 5 نمبر واقع مختلف علاقوں میں مبینہ طور پر لانگھانی مری کے ذیلی شاخ جعفرانی قبائل سے تعلق رکھنے والے غلاسوں، خان محمد، نزر خان اور ازل خان گروہوں کے بعض افراد کی جانب سے سبز و نایاب درختوں کی کٹائی کا سلسلہ جاری ہے۔ علاقہ مکینوں کے مطابق درخت کاٹنے کے بعد لکڑی مبینہ طور پر رات کے اوقات میں ٹال مالکان کو فروخت کی جاتی ہے، جس سے علاقے کے قدرتی جنگلات کو شدید نقصان پہنچ رہا ہے۔ علاقہ مکینوں کا کہنا ہے کہ ایک جانب حکومت کی جانب سے جنگلات اور سبز درختوں کے تحفظ کے لیے درختوں کی کٹائی پر پابندی عائد کی گئی ہے، جبکہ دوسری جانب بعض مقامات پر درختوں کی کٹائی کا سلسلہ مبینہ طور پر بلا روک ٹوک جاری ہے۔ شہریوں نے سوال اٹھایا کہ اگر ایک طرف شجرکاری مہم کے تحت درخت لگائے جا رہے ہیں تو دوسری جانب موجودہ سبز اور نایاب درختوں کی حفاظت کیوں نہیں کی جا رہی؟ ☆☆☆☆☆

کوئٹہ، جامعہ امام صادق کے سابق پرنسپل علامہ محمد جمعہ اسدی کی یاد میں منعقدہ تعزیتی ریفرنس سے وفاق المدارس شیعہ پاکستان کے صدر حافظ ریاض حسین نجفی، مولانا محمد خان شیرانی، ایم پی اے مولانا ہدایت الرحمٰن، مولانا مجوی، علامہ امین شہیدی، عاشق حسین، مصطفیٰ تیموری، مولانا مشتاق حسین عمرانی، علامہ رمضان توقیر، اکبر حسین زاہدی اور ندیم احمد جواری خطاب کر رہے ہیں Q4 کوئٹہ پشتونخوا میپ کے چیئرمین محمود خان اچکزئی گرینڈ جرگہ سے خطاب کر رہے ہیں

چھتر، نائب تحصیلدار میر حسن صدورا خان ابڑو کی کارکردگی قابل تحسین، انتظامی امور میں متحرک

فرائض منصبی کی احسن انداز میں انجام دہی سے عوامی مسائل کے حل میں بہتری آ رہی ہے، عوامی حلقے

چھتر (بی پی آئی) نائب تحصیلدار میر حسن صدورا خان ابڑو کی کارکردگی قابل تحسین، انتظامی امور میں متحرک تفصیلات کے مطابق نائب تحصیلدار میر حسن صدورا خان ابڑو اپنے فرائض منصبی کو ذمہ داری، فرض شناسی اور پیشہ ورانہ انداز میں انجام دے رہے ہیں تحصیل میر حسن میں انتظامی امور کی انجام دہی، سرکاری معاملات کی نگرانی اور عوامی مسائل کے حل کے حوالے سے ان کی کارکردگی کو عوامی و سماجی حلقوں کی جانب سے سراہا جا رہا ہے نائب تحصیلدار صدورا خان ابڑو کی جانب سے اپنے دفتر کے انتظامی امور کو بہتر انداز میں چلانے کے ساتھ ساتھ مختلف سرکاری معاملات میں بھی خصوصی دلچسپی کا اظہار کیا جا رہا ہے وہ اپنے فرائض کی انجام دہی کے دوران قانون و ضابطے کی پاسداری کو یقینی بنانے کے لیے اقدامات کر رہے ہیں، جبکہ عوامی نوعیت کے معاملات میں بھی ذمہ دارانہ رویہ اختیار کیا جا رہا ہے عوامی حلقوں کا کہنا ہے کہ انتظامیہ کے افسران کی جانب سے اگر اسی طرح اپنے فرائض کو ایمانداری، محنت اور ذمہ داری کے ساتھ انجام دیا جائے تو عوام کو درپیش مسائل کے حل میں نمایاں بہتری لائی جا سکتی ہے شہریوں نے نائب تحصیلدار میر حسن صدورا خان ابڑو کی کارکردگی

ہائی کورٹ آف بلوچستان میں نئے قائم کردہ سہولت سنٹر کا افتتاح (آج) پیر صبح ساڑھے 10 بجے کو ہوگا

کوئٹہ (بی پی آئی) ہائی کورٹ آف بلوچستان میں نئے قائم کردہ سہولت سنٹر کا افتتاح (آج) پیر صبح ساڑھے 10 بجے کو ہوگا۔ چیف جسٹس آف پاکستان یحییٰ خان آفریدی نئے قائم کردہ سہولت سنٹر کا افتتاح کریں گے جبکہ سہولت سنٹر کی افتتاحی تقریب میں سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ آف بلوچستان کے ججز شرکت کریں

اوستہ محمد، گٹکا، پان پراگ اور ایرانی تیل کے غیر قانونی کاروبار میں اضافہ

ڈی آئی جی نصیرآباد اور ایس پی اوستہ محمد اسمگلنگ اور جرائم کے خلاف بلا امتیاز سخت کارروائی کریں، عوامی حلقے

اوستہ محمد (بی پی آئی) اوستہ محمد میں پان پراگ، گٹکا اور ایرانی پٹرول و ڈیزل کے مبینہ غیر قانونی کاروبار نے تشویشناک صورتحال اختیار کر لی ہے۔ شہری حلقوں کا کہنا ہے کہ شہر سے سندھ اور بلوچستان کے مختلف شہروں تک گٹکا، پان پراگ اور ایرانی پٹرول و ڈیزل کی مبینہ اسمگلنگ کا سلسلہ کھلے عام جاری ہے، جس کے باعث قانون کی عملداری پر سوالات اٹھنے لگے ہیں۔ عوامی حلقوں کے مطابق شہر میں مضر صحت اشیا کی مبینہ فروخت اور ایرانی پٹرول و ڈیزل کے کاروبار میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے جبکہ اندرون سندھ کے مختلف شہروں میں پان پراگ و ایرانی پٹرول کی سمگلنگ عروج پر پولیس انتظامیہ کی چاندی ہو گئی ہے، جبکہ دوسری جانب اسٹریٹ کرائم کی وارداتوں میں بھی اضافہ شہریوں کے لیے باعث تشویش بن گیا ہے۔ شہریوں کا کہنا ہے کہ چوری، ڈکیتی اور دیگر جرائم کے باعث شہری اور تاجر برادری خود کو غیر محفوظ تصور کرنے لگی ہے۔ شہریوں نے الزام عائد کیا کہ غیر قانونی کاروبار کرنے والے بعض عناصر مبینہ طور پر بااثر افراد کی پشت پناہی حاصل ہونے کے باعث قانون کی گرفت سے باہر ہیں۔

امریکا کا چین کیخلاف وسیع پیمانے پر پابندیاں عائد کرنا سفارتی طور پر مشکل ہوگا، مارک فائٹل

واشنگٹن (بی پی آئی) امریکہ کے سابق قومی سلامتی کے عہدیدار مارک فائٹل کا کہنا ہے کہ امید ہے کہ امریکا کو ایران سے خام تیل خریدنے والے چینی خریداروں پر ثانوی پابندیاں عائد کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ انہوں نے عرب میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ میرے خیال میں ٹرمپ اور امریکی محکمہ خزانہ اس اقدام کو اپنے پاس

ایران ایک ہفتے کے دوران 59 زلزلوں کے جھٹکوں سے لرز اٹھا

تہران (بی پی آئی) ایران میں ایک ہفتے کے دوران 59 زلزلے ریکارڈ کیے گئے جس نے ملک میں زلزلہ خیزی کے حوالے سے تشویش بڑھا دی ہے۔ تہران یونیورسٹی کے انسٹی ٹیوٹ آف جیو فزکس کے سیسمولوجیکل نیٹ ورکس کے مطابق 15 سے 21 اگست کے دوران ایران میں 54 زلزلوں کی شدت 3 سے کم، 3 زلزلوں کی شدت 3 سے 4 جبکہ 2 زلزلوں کی شدت 4 سے 5 کے درمیان ریکارڈ کی گئی۔

کوئٹہ، بجلی کی غیر اعلانیہ لوڈشیڈنگ اور کم وولٹیج سے کاروباری سرگرمیاں شدید متاثر

مسائل کا فوری نوٹس نہ لیا گیا تو تاجر برادری سے مشاورت کے بعد احتجاجی لائحہ عمل اختیار کریں گے، کاشف حیدری

کوئٹہ (بی پی آئی) مرکزی تنظیم تاجران بلوچستان کے ترجمان کاشف حیدری نے کہا ہے کہ کوئٹہ میں بجلی کی غیر اعلانیہ لوڈشیڈنگ حد سے تجاوز کر گئی ہے، بجلی کی بار بار بندش اور کم وولٹیج کے باعث کاروباری سرگرمیاں شدید متاثر ہو رہی ہیں، بجلی سے منسلک کاروبار کرنے والے تاجر مالی مشکلات سے دوچار ہیں، جبکہ شدید گرمی میں عوام کو بھی سخت پریشانی کا سامنا ہے۔ بنیادی مسائل کے حل کے لیے فوری اور عملی اقدامات نہ کیے گئے تو تاجر برادری احتجاج پر مجبور ہوگی۔ یہ بات انہوں نے اتوار کے روز ملاقات کے لیے آنے والے وفد سے گفتگو کرتے ہوئے کہی۔ اس موقع پر محمد مہدی، منظور حسین، ذیشان ہزارہ، علی رضا، رضا حسین، حسن علی، محمد علی، مرتضیٰ جعفری، سید عباس، شعیب ہزارہ، فہد حسین اور آصف علی سمیت دیگر تاجر رہنما موجود تھے۔ کاشف حیدری نے کہا کہ کوئٹہ میں بجلی کی غیر اعلانیہ لوڈشیڈنگ ایک سنگین مسئلہ بن چکی ہے۔ کئی کئی گھنٹوں تک بجلی کی بندش سے نہ صرف شہریوں کے معمولات زندگی متاثر ہو رہے ہیں بلکہ کاروباری سرگرمیاں بھی بری طرح مفلوج ہو کر رہ گئی ہیں۔ خصوصاً وہ کاروبار جن کا براہ راست انحصار بجلی پر ہے، بجلی کی بندش کے باعث روزانہ کی بنیاد پر نقصان اٹھا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ تاجر برادری پہلے ہی مہنگائی، ٹیکسز، بڑھتے ہوئے اخراجات اور کمزور کاروباری حالات سے پریشان ہے، ایسے میں بجلی کی غیر اعلانیہ لوڈشیڈنگ نے مشکلات میں مزید اضافہ کر دیا ہے۔ بجلی کی بار بار بندش کے باعث دکانوں، ورکشاپس، ہوٹلوں، بیکریوں، ٹیلرز، الیکٹرانکس اور دیگر کاروباروں کا کام متاثر ہو رہا ہے، جبکہ بجلی کی آنکھ مچولی اور کم وولٹیج سے قیمتی برقی آلات اور مشینری کو بھی نقصان پہنچنے کا خدشہ ہے۔ ترجمان نے کہا کہ ایک طرف عوام اور تاجروں کو بھاری بھرکم بجلی کے بل ادا کرنے پر مجبور کیا جا رہا ہے، جبکہ دوسری جانب انہیں بلاتعطل بجلی کی فراہمی یقینی نہیں بنائی جا رہی۔ اگر صارفین سے بجلی کے بلوں کی بروقت ادائیگی کی توقع کی جاتی ہے تو متعلقہ اداروں کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ صارفین کو بجلی کی مناسب اور مسلسل فراہمی یقینی بنائیں۔ کاشف حیدری نے کہا کہ غیر اعلانیہ لوڈشیڈنگ کے باعث تاجروں کو کاروباری اوقات میں شدید مشکلات کا سامنا ہے، کئی کاروباری مراکز میں کام رک جاتا ہے اور گاہکوں کو بھی واپس لوٹنا پڑتا ہے۔ اس صورتحال کا براہ راست اثر نہ صرف تاجروں کی آمدن بلکہ مجموعی کاروباری سرگرمیوں پر

تحصیلدار کے انٹرویوز اچانک ملتوی کرنے پر پی ٹی آئی رہنما محمد رحیم کاکڑ کا اظہار مذمت

چار سال تک امیدواروں کو لٹکائے رکھنا مستقبل سے کھلواڑ ہے، انٹرویوز کا فوری آغاز کیا جائے

کوئٹہ (بی پی آئی) پاکستان تحریک انصاف کے رہنما محمد رحیم کاکڑ و دیگر نے بیان میں بلوچستان پبلک سروس کمیشن کی جانب سے تحصیلدار کی اسامیوں کے انٹرویوز کے اچانک ملتوی کرنے کی مذمت کرتے ہوئے کہا ہے کہ بلوچستان پبلک سروس کمیشن مسلسل سیاسی مداخلت کے باعث شفافیت اور میرٹ پر مبنی تقرریوں کا عمل شدید خدشات اور سوالات کی زد میں آ گیا۔ تحصیلدار کی اسامیوں کے لیے 2022 میں اشتہار شائع کیا گیا تھا، جبکہ ان کے تحریری امتحانات کا انعقاد 2024 میں ہوا۔ چار سال کی طویل تاخیر کے بعد اگست 2026 میں انٹرویوز کا سلسلہ شروع ہوا تھا

سابق وزیر اعلیٰ نواب ثناء اللہ زہری اور صوبائی مشیر نوابزادہ امیر حمزہ خان زہری کی کوئٹہ میں مختلف شخصیات سے تعزیت

کوئٹہ (بی پی آئی) پاکستان پیپلز پارٹی کے رہنما، سابق وزیر اعلیٰ بلوچستان و چیف آف جھالاوان نواب ثناء اللہ خان زہری اور صوبائی مشیر بلدیات و دیہی ترقی نوابزادہ امیر حمزہ خان زہری نے مختلف شخصیات سے ملاقاتیں کر کے تعزیت اور فاتحہ خوانی کی سابق وزیر اعلیٰ نواب ثناء اللہ خان زہری اور صوبائی مشیر نوابزادہ امیر حمزہ خان زہری نے ہفتے کے روز میر آدم خان زہری کی رہائش گاہ پر میر شاہ بیگ خان کی انتقال پر فاتحہ خوانی اور تعزیت کا اظہار کیا جبکہ کوئٹہ میں میر زہری خان موسیانی سے ملاقات کی اور ان کے بھائی شہید میر خلیل موسیانی کی شہادت پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے

وندر، ہنگول نیشنل پارک اور ساحلی پٹی پر مہمان پرندوں کی آمد سے قبل غیر قانونی شکار کی تیاریاں

محکمہ جنگلی حیات کی خاموشی پر تشویش، تحصیل لیاری اور ملحقہ علاقوں میں فوری گشت اور سخت نگرانی کا مطالبہ

وندر (بی پی آئی) وندر، ہنگول نیشنل پارک تحصیل لیاری کی ساحلی پٹی میں بحری، مہاجر اور مہمان پرندوں کی آمد کا موسم شروع ہونے سے قبل ہی غیر قانونی شکار میں ملوث عناصر نے مبینہ طور پر اپنے پنجے گاڑنے شروع کر دیئے۔ تفصیلات کے مطابق ضلع لسبیلہ کی تحصیل لیاری سے ہنگول نیشنل پارک تک پھیلے وسیع ساحلی علاقوں میں شاہین، بحری پرندوں سمیت مختلف محفوظ نایاب اور قیمتی پرندوں کی نسلیں مبینہ طور پر شکاریوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دی گئی ہیں۔ ہر سال ستمبر اور اکتوبر کے دوران سرد علاقوں سے ہجرت کر کے سینکڑوں کی تعداد میں مہاجر پرندے بلوچستان کی ساحلی پٹی کا رخ کرتے ہیں جہاں یہ مہمان پرندے کچھ عرصہ اپنے قدرتی مسکن میں قیام کر کے موسم سازگار ہونے پر دوبارہ اپنی منزلوں کی جانب روانہ ہو جاتے ہیں تاہم اس مرتبہ بھی ان معصوم مہمانوں کی آمد سے قبل ہی غیر قانونی شکار میں ملوث عناصر کے سرگرم ہونے کی اطلاعات نے محکمہ جنگلی حیات کے تحفظ کے حوالے سے تشویش کی لہر دوڑا دی ہے۔ اس حوالے سے علاقائی ذرائع کا کہنا ہے۔۔

کوئٹہ، وائس فار بلوچ مسنگ پرسنز کے زیر اہتمام پریس کلب کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا جا رہا ہے

کوئٹہ، برکت علی بلیدی کی جانب سے عبدالشکور مری، جوند خان مری، حاجی مزار خان مری اور دیگر کی اعزاز میں دیئے گئے استقبالیہ کے شرکاء

پہلی مرتبہ ادویات کی بروقت فراہمی یقینی بنائی جا رہی ہے، حاجی خان محمد بزنجو

تمام سرکاری ہسپتالوں کو فعال کر کے وہاں ڈاکٹروں اور عملے کی حاضری کو یقینی بنایا گیا ہے، پیپلز پارٹی

کوئٹہ (بی پی آئی) پاکستان پیپلز پارٹی کے صوبائی رہنماؤں حاجی خان محمد بزنجو، میر شاہ اللہ بنگلزئی، میر ریاض شاہوانی، اختر بلوچ، پیپلز لیبر بیورو بلوچستان کے صدر شاہجہان گجر، عزیز لانگو، وزیر بزنجو نے کہا ہے کہ صوبائی وزیر صحت بخت محمد کاکڑ کی دن رات کوششوں کی بدولت صوبے بھر میں تمام سرکاری ہسپتالوں کو فعال کر کے وہاں ڈاکٹروں اور عملے کی حاضری کو یقینی بنایا گیا ہے جس سے دور دراز علاقوں کے عوام صحت کی سہولیات سے استفادہ کر رہے ہیں، وزیر اعلیٰ بلوچستان اور وزیر صحت کی خصوصی دلچسپی کے باعث کوئٹہ اسکنی روڈ پر ٹراما سینٹر کو مکمل طور پر فعال کیا گیا اور عوام کی سہولت کیلئے پیپلز ایئر ایمبولینس سروس کا آغاز کیا گیا۔ یہاں جاری ہونے والے اپنے ایک مشترکہ بیان میں انہوں نے کہا کہ صوبے کے اکثر دور دراز علاقوں میں ہسپتال غیر فعال ڈاکٹرز سمیت دیگر عملہ اپنی ڈیوٹیوں سے غیر حاضر تھا وزیر اعلیٰ بلوچستان میر سرفراز بگٹی، صوبائی وزیر صحت بخت محمد کاکڑ کی ذاتی کوششوں سے صوبے بھر کے تمام ہسپتالوں کو فعال کر کے وہاں ڈاکٹروں اور دیگر عملے کی حاضری کو یقینی بنایا گیا۔۔

کراچی، اے وی ایل سی کی کارروائی میں ملک گینگ کا کارندہ ہلاک

کراچی (بی پی آئی) شہر قائد میں اینٹی وہیکل لفٹنگ سیل (اے وی ایل سی) سی آئی اے گڈاپ ڈویژن کے مبینہ پولیس مقابلے میں ملک گینگ سے تعلق رکھنے والا ملزم ہلاک ہو گیا۔ پولیس کے مطابق دو طرفہ فائرنگ کے تبادلے میں ملزم سلیم ولد غلام یاسین شدید زخمی ہوا جو ہسپتال منتقل کیے جانے کے دوران دم توڑ گیا۔

پُز واقعہ بچوں کی ہلاکت پر میر عین الدین خان کھوسہ کا اظہار افسوس

معصوم بچوں کی اموات انتہائی دلخراش سانحہ ہے، ہسپتالوں میں فائر سیفٹی کے مؤثر انتظامات یقینی بنائے جائیں، میر عین الدین خان

چھتر (بی پی آئی) پُز ہسپتال سانحہ پر میر عین الدین خان کھوسہ کا اظہار افسوس، معصوم بچوں کی اموات پر گہرے دکھ کا اظہار تفصیلات کے مطابق معروف زمیندار و ممبر ضلع کونسل صحبت پور میر عین الدین خان کھوسہ نے پُز ہسپتال میں آتشزدگی کے افسوسناک واقعے کے نتیجے میں نومولود بچوں کی ہلاکت پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ معصوم بچوں کی اموات انتہائی افسوسناک اور دلخراش سانحہ ہے میر عین الدین خان کھوسہ نے کہا کہ ہسپتال میں زیر علاج نومولود بچوں کا آتشزدگی کے باعث جان کی بازی ہار جانا انتہائی تکلیف دہ واقعہ ہے۔ والدین اپنے بچوں کی صحتیابی کی امید لیے ہسپتال میں موجود تھے، ایسے میں ان کے لخت جگر کا ہمیشہ کے لیے بچھڑ جانا ان کے لیے ناقابل بیان صدمہ ہے انہوں نے کہا کہ متاثرہ خاندانوں کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور سوگوار والدین و اہلخانہ سے دلی ہمدردی اور تعزیت کا اظہار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جاں بحق ہونے والے معصوم بچوں کو اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل نصیب کرے میر عین الدین خان کھوسہ نے کہا کہ اس سانحے نے ہسپتالوں میں حفاظتی انتظامات کی اہمیت کو ایک بار پھر اجاگر کر دیا ہے۔ ملک بھر کے سرکاری و نجی ہسپتالوں میں فائر سیفٹی کے مؤثر انتظامات، فوری ایمرجنسی رسپانس، ہنگامی انخلا کے واضح طریقہ کار اور نومولود بچوں کی حفاظت کے لیے خصوصی حفاظتی اقدامات کو یقینی بنایا جانا چاہیے۔ انہوں نے متعلقہ حکام پر زور دیا کہ واقعے کی مکمل تحقیقات کر کے آتشزدگی کی وجوہات اور حفاظتی انتظامات کا جائزہ لیا جائے، جبکہ مستقبل میں ایسے افسوسناک واقعات کی روک تھام کے لیے ہسپتالوں میں حفاظتی نظام کو مزید مضبوط بنایا جائے۔۔

چھتر، پُز ہسپتال واقعہ پر میر ارشد حسین خان کھوسہ کا اظہار افسوس

معصوم بچوں کا اس طرح جان کی بازی ہار جانا دلخراش سانحہ ہے، تمام ہسپتالوں میں فائر سیفٹی کے انتظامات یقینی بنائے جائیں

چھتر (بی پی آئی) پُز ہسپتال سانحہ، نومولود بچوں کی ہلاکت پر میر ارشد حسین خان کھوسہ کا اظہار افسوس تفصیلات کے مطابق میر ارشد حسین خان کھوسہ نے پُز ہسپتال میں آتشزدگی کے افسوسناک واقعے کے دوران نومولود بچوں کی ہلاکت پر گہرے دکھ اور افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ معصوم بچوں کا اس طرح جان کی بازی ہار جانا انتہائی دلخراش اور ناقابل تلافی سانحہ ہے میر ارشد حسین خان کھوسہ نے کہا کہ پُز ہسپتال کا واقعہ ایک ایسے وقت میں پیش آیا جب والدین اپنے نومولود بچوں کی صحتیابی اور زندگی کے لیے دعائیں کر رہے تھے۔ آتشزدگی کے باعث معصوم جانوں کا ضیاع پوری انسانیت کے لیے باعث رنج ہے، جبکہ متاثرہ والدین جس کرب اور اذیت سے گزر رہے ہیں، اسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا انہوں نے کہا کہ متاثرہ خاندانوں کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور جاں بحق نومولود بچوں کے والدین و اہلخانہ سے دلی تعزیت اور ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سوگوار خاندانوں کو صبر جمیل عطا فرمائے اور معصوم بچوں کو اپنی جوار رحمت میں اعلیٰ مقام نصیب کرے۔۔۔☆☆☆☆☆

بنگلہ دیش نے چین سے جدید جے 10 سی ای جنگی طیارے خریدنے کے معاہدے کی تصدیق کر دی

ڈھاکا (بی پی آئی) بنگلہ دیش نے چین سے جدید جے 10 سی ای جنگی طیارے خریدنے کے معاہدے کی تصدیق کر دی ہے۔ بنگلہ دیشی حکام کے مطابق گزشتہ سال پاکستان اور بھارت کے درمیان ہونے والی مختصر جنگ میں چینی ساختہ جے 10 سی ای طیاروں کی کارکردگی نے ڈھاکا کی توجہ حاصل کی۔

مغربی کنارے میں فلسطینی بچوں اور نوجوانوں کے قتل میں اضافہ

نیویارک (بی پی آئی) مغربی کنارے میں فلسطینیوں، خصوصاً بچوں اور نوجوانوں کے خلاف ہلاکتوں اور تشدد میں اضافہ دیکھا جا رہا ہے۔ اقوام متحدہ کے تازہ اعداد و شمار کے مطابق 2026 کے آغاز سے اب تک 79 فلسطینی اسرائیلی فورسز یا آبادکاروں کے ہاتھوں مارے جا چکے ہیں، جن میں 19 بچے شامل ہیں۔ تقریباً 1,870 فلسطینی زخمی بھی ہوئے ہیں۔ 21 اگست کو الخلیل کے قریب آبادکاروں کے حملے میں ایک فلسطینی لڑکا ہلاک اور دوسرا شدید زخمی ہوا۔

گنداخہ، میر صابر خان پندرانی کی محمد علی جمالی کو ڈی ایس پی سرکل تعینات ہونے پر مبارکباد

ایماندار اور فرض شناس آفیسر کی تعیناتی سے علاقے میں امن و امان کی صورتحال بہتر ہوگی، چیئرمین پندرانی نوجوان اتحاد

گنداخہ (بی پی آئی) پاکستان پندرانی نوجوان اتحاد کے چیئرمین میر صابر خان پندرانی نے بہترین پولیس آفیسر محمد علی جمالی کو ڈی ایس پی سرکل گنداخہ تعینات ہونے پر مبارکباد پیش کرتے ہوئے ان کے لیے نیک خواہشات کا اظہار کیا ہے۔ اپنے ایک بیان میں میر صابر خان پندرانی نے کہا کہ محمد علی جمالی ایک بہترین، ایماندار، فرض شناس اور دلیر پولیس آفیسر ہیں، جنہوں نے اپنے فرائض ہمیشہ ذمہ داری اور پیشہ ورانہ انداز میں انجام دیے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ڈی آئی جی نصیر آباد اور آئی جی پولیس بلوچستان کی جانب سے محمد علی جمالی کو ڈی ایس پی سرکل گنداخہ تعینات کرنا ایک بہترین فیصلہ ہے، جس سے علاقے کے عوام میں امید کی نئی کرن پیدا ہوئی ہے۔ میر صابر خان پندرانی نے امید ظاہر کی کہ محمد علی جمالی کی تعیناتی سے گنداخہ سرکل میں امن و امان کی صورتحال مزید بہتر ہوگی، جرائم کی روک تھام میں مؤثر اقدامات کیے جائیں گے

دشمن اپنے اہداف میں ناکام رہا، مسلح افواج بدستور مضبوط ہے، ایرانی آرمی چیف

تہران (بی پی آئی) ایرانی آرمی چیف میجر جنرل امیر حاتمی نے کہا ہے کہ حالیہ محاذ آرائی کے دوران بیرونی قوتیں ایران کے خلاف اپنے طے شدہ اسٹریٹجک مقاصد حاصل نہیں کر سکیں۔ شہداء کی یاد میں منعقدہ ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے ایرانی فوج کے کمانڈر ان چیف نے کہا کہ کسی بھی جنگ میں کامیابی کا فیصلہ اس بات سے ہوتا ہے۔۔

صحبت پور، دکانوں کے سامنے موٹر سائیکلیں کھڑی ہونے اور تجاوزات سے ٹریفک کا نظام درہم برہم

ضلعی انتظامیہ کی کارروائیاں فوٹو سیشن تک محدود، افسران پر پی سی آئی کر کے پیسے بٹورنے کا الزام

صحبت پور (بی پی آئی) صحبت پور ضلعی ہیڈ کوارٹر دکانوں کے سامنے موٹر سائیکل کھڑی ہونے گاڑی تو اپنی جگہ پیدل چلنا دشوار بن گیا۔ ضلعی انتظامیہ خاموش ٹریفک کا نظام درہم برہم۔ تفصیلات کے مطابق صحبت پور ضلعی ہیڈ کوارٹر شہر ہے جس بلیا بگاڑ کر رکھ دیا گیا ہے۔ ناجائز تجاوزات دکانوں کے سامنے موٹر سائیکلیں کھڑی ہونے کی وجہ سے پیدل بھی چلنا ناممکن رہا ہے۔ دکانداروں نے روڈ کے حدود نالا کاسی کی نالیوں پر قبضہ کیا ہوا ہے۔ ضلعی انتظامیہ گزر بسر کرنے والے ریڑھی بانوں پر زور اور فوٹو سیشن تک محدود ہو گیا ہے۔

کراچی، غیر قانونی سگریٹ فیکٹری پر بڑا چھاپہ، کروڑوں کا سامان ضبط

کارروائی کے دوران غیر قانونی سگریٹ فیکٹری کو سیل کر دیا گیا، ایف آئی آر بھی درج کر لی گئی

کراچی (بی پی آئی) وزیر اعظم پاکستان اور چیئرمین ایف بی آر کی ہدایت پر تمباکو کی غیر قانونی تجارت اور ٹیکس چوری کے خلاف کارروائیاں تیز کر دی گئیں۔ کراچی میں آر ٹی او کراچی نے خفیہ اطلاع پر غیر قانونی سگریٹ فیکٹری پر بڑا چھاپہ مار کر کروڑوں روپے مالیت کی سگریٹ سازی کی مشینری، خام مال اور تیار سگریٹ ضبط کر لیے۔ آر ٹی او حکام کے مطابق کارروائی کے دوران غیر قانونی سگریٹ فیکٹری کو سیل کر دیا گیا جبکہ ملوث ملزمان کے خلاف اسپیشل جج کسٹمز و ٹیکسیشن کی عدالت میں ایف آئی آر بھی درج کر لی گئی

کوئٹہ، جمعیت علماء اسلام کے ضلعی امیر مولانا عبدالرحمٰن رفیق ضلع کوئٹہ کی مجلس عاملہ کے اجلاس کی صدارت کر رہے ہیں

باقاعدہ تصدیق شدہ اشاعت وزارت اطلاعات و نشریات حکومت پاکستان
ABC CERTIFIED
Daily AAINA Quetta
روزنامہ آئینہ کوئٹہ
قیمت 5 روپے
بانی: منصور الہدیٰ عباسی
چیف ایڈیٹر عامر امیر اعوان
ایڈیٹر فیصل کریم
03332831889 Daily.aaina94@gmail.com
چیف ایڈیٹر و پبلشر عامر امیر اعوان نے روزنامہ آئینہ کوئٹہ پرنٹنگ پریس سے چھپوا کر دفتر 13/28-9 پاکستان لائن کواری روڈ کوئٹہ سے شائع کیا

قانون ساز اسمبلی

قمر زمان خان

آزاد و کشمیر میں طویل سیاسی تعطل کے بعد بالآخر ایک نئی سیاسی صبح طلوع ہوئی ہے۔ قانون ساز اسمبلی نے بیرسٹر افتخار علی گیلانی کو ریاست کا نیا وزیراعظم منتخب کر لیا ہے۔ انہیں 30 ارکان کی حمایت حاصل ہوئی جبکہ پاکستان پیپلز پارٹی کے امیدوار مختار احمد عباسی 14 ووٹ حاصل کر سکے۔ قائم مقام صدر آزاد کشمیر چوہدری طارق فاروق نے نومنتخب وزیراعظم سے حلف لیا۔ یوں آزاد کشمیر میں حکومت سازی کا ایک اہم مرحلہ مکمل ہو گیا، لیکن یہ سمجھنا قبل از وقت ہوگا کہ سیاسی بحران ختم ہو چکا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وزیراعظم کا انتخاب اختتام نہیں بلکہ ایک نئے اور زیادہ اہم مرحلے کا آغاز ہے، جہاں نئی قیادت کو سیاسی اختلافات، انتظامی کمزوریوں، معاشی مشکلات اور عوامی توقعات کا سامنا کرنا ہوگا۔

بیرسٹر افتخار گیلانی کا سیاسی سفر بھی اس انتخاب کو غیر معمولی اہمیت دیتا ہے۔ عام انتخابات میں وہ مظفرآباد سے مسلم لیگ ن کے امیدوار کی حیثیت سے میدان میں اترے تھے لیکن پاکستان پیپلز پارٹی کے امیدوار مختار احمد عباسی سے شکست کھا گئے۔ بعدازاں ٹیکنوکریٹ کی مخصوص نشست پر قانون ساز اسمبلی کا حصہ بنے اور اب اسی اسمبلی نے انہیں ریاست کے انتظامی سربراہ کی ذمہ داری سونپ دی ہے۔ ان کے انتخاب کے بعد یہ سوال بھی سیاسی حلقوں میں زیر بحث ہے کہ کیا عوامی نشست پر شکست کھانے والا امیدوار وزارت عظمیٰ کے منصب تک پہنچ سکتا ہے۔ تاہم پارلیمانی نظام میں اصل اہمیت اس امر کی ہوتی ہے کہ امیدوار اسمبلی کا رکن ہو اور اسے ایوان کی مطلوبہ اکثریت حاصل ہو۔ اس لحاظ سے ان کا انتخاب آئینی اور پارلیمانی دائرے میں آتا ہے۔

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ ماضی میں آزاد کشمیر کی سیاست میں مخصوص نشست کے ذریعے وزیراعظم منتخب ہونے کی مثال موجود ہے۔ لہٰذا موجودہ انتخاب کو صرف اس بنیاد پر تنازع بنانے کی کوشش کہ نومنتخب وزیراعظم عوامی نشست پر کامیاب نہیں ہوئے، شاید سیاسی طور پر تو قابل بحث ہو، مگر آئینی طور پر اس اعتراض کی حیثیت محدود ہے۔ جمہوری نظام میں انتخابات کے بعد اسمبلی کے اندر اکثریت کا فیصلہ ہی حکومت سازی کی بنیاد بنتا ہے۔ تاہم اصل سوال یہ ہے کہ بیرسٹر افتخار گیلانی اس منصب کے ساتھ انصاف کیسے کریں گے۔ اقتدار حاصل کرنا سیاست کا ایک مرحلہ ہے، مگر اقتدار کو عوامی خدمت میں تبدیل کرنا اصل امتحان ہے۔ آزاد کشمیر اس وقت جن حالات سے گزر رہا ہے وہاں محض سیاسی نعروں اور رسمی اعلانات سے کام نہیں چلے گا۔ ریاست کو ایسی حکومت درکار ہے جو فیصلے کرے، ان پر عمل درآمد کرائے اور عوام کو محسوس ہو کہ ان کی زندگی میں واقعی کوئی تبدیلی آ رہی ہے۔ مسلم لیگ ن کو 53 رکنی قانون ساز اسمبلی میں 32 ارکان کی حمایت حاصل ہے، اس لحاظ سے نئی حکومت کو ایک مضبوط پارلیمانی پوزیشن حاصل ہے۔

حفاظتی حصار

محمد سلیم

وفاقی دارالحکومت کا سب سے بڑا سرکاری طبی ادارہ پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز (پمز) لاکھوں شہریوں کے لیے علاج، امید اور زندگی کا سہارا ہے۔ ایسے ادارے میں کسی بھی ہنگامی صورتحال کا پیش آنا محض ایک حادثہ نہیں بلکہ پورے انتظامی نظام کے لیے ایک بڑا امتحان ہوتا ہے، کیونکہ ہسپتال میں زیر علاج مریض اپنی حفاظت کے لیے مکمل طور پر ادارے کے نظام اور وہاں موجود طبی و انتظامی عملے پر انحصار کرتے ہیں۔ پمز کے شعبہ زچہ بچہ میں 26 اگست کو پیش آنے والا آتش زدگی کا افسوسناک واقعہ اسی اعتبار سے انتہائی تشویشناک ہے۔ وزیراعظم کی جانب سے واقعے کی تحقیقات کے لیے قائم کی گئی کمیٹی کی عبوری رپورٹ نے جو حقائق سامنے رکھے ہیں، ان سے پمز کے انتظامی، حفاظتی اور ہنگامی نظام میں موجود کئی کمزوریوں کا اندازہ ہوتا ہے۔ تاہم اس سانحے کو صرف ناکامی کی ایک افسوسناک داستان سمجھنے کے بجائے نظام کی جامع اصلاح کے ایک اہم موقع کے طور پر دیکھنے کی ضرورت ہے۔

ابتدائی تحقیقات کے مطابق پمز میں آتش زدگی یا کسی دوسری ہنگامی صورتحال سے نمٹنے کے لیے جامع ایس او پیز اور باقاعدہ تربیتی نظام موجود نہیں تھا۔ متاثرہ وارڈ میں فائر الارم اور سپرنکلر سسٹم بھی موجود نہیں تھا، جبکہ ہسپتال کے تیرہ ایس او پیز میں سے دو ذیلی حصوں میں آگ یا ہنگامی صورتحال کا ذکر پایا گیا۔ یہ صورتحال اس امر کی طرف واضح اشارہ کرتی ہے کہ اتنے بڑے طبی ادارے میں ہنگامی حالات کے لیے وہ جامع تیاری موجود نہیں تھی جو ایک جدید ہسپتال کا بنیادی تقاضا ہونی چاہیے۔ مزید تشویشناک بات یہ ہے کہ واقعے سے صرف ایک ماہ قبل پمز کے نرسنگ ہاسٹل میں بھی آتش زدگی کا واقعہ پیش آ چکا تھا۔ اس کے باوجود اگر حفاظتی نظام میں بنیادی نوعیت کی خامیاں برقرار رہیں تو یہ محض ایک فرد یا ایک شعبے کی غفلت نہیں بلکہ ایک وسیع تر انتظامی مسئلے کی نشاندہی کرتی ہے۔

واقعے کے وقت سپروائزری عملے کی عدم موجودگی، ہنگامی صورتحال سے نمٹنے کے لیے خصوصی تربیت کا فقدان اور امدادی اداروں کو اطلاع پہنچنے میں ہونے والی تاخیر ایسے معاملات ہیں جنہیں معمولی انتظامی کوتاہی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ رپورٹ کے مطابق واقعے کے وقت دو نرسیں، ایک خاتون سیکیورٹی گارڈ اور ہاؤس آفیسر وارڈ میں موجود تھے۔ آگ لگنے کے تقریباً چھ منٹ بعد ایمرجنسی سروسز کو اطلاع دی گئی جبکہ ابتدائی ایمرجنسی رسپانس اس کے مزید پندرہ منٹ بعد پہنچا۔ ہسپتال جیسے حساس ادارے میں چند منٹ بھی انتہائی قیمتی ہوتے ہیں، بالخصوص اس وقت جب معاملہ نوزائیدہ بچوں یا شدید بیمار مریضوں کا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر میں جدید ہسپتالوں کے ہنگامی نظام میں فوری اطلاع، ابتدائی رسپانس اور مریضوں کی محفوظ منتقلی کو بنیادی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔

یہ امر بھی سامنے آیا ہے کہ متاثرہ حصے میں آگ بجھانے کے آلات تو موجود تھے لیکن ایسا کوئی کارگر نظام موجود نہیں تھا جو دھویں یا آگ کا بروقت سراغ لگا کر فوری طور پر فعال ہو جاتا۔ سادہ آلات اپنی جگہ ضروری ہیں، مگر انہیں مؤثر بنانے کے لیے تربیت یافتہ عملہ بھی ناگزیر ہے۔ اگر موجودہ طبی عملے کو آگ بجھانے یا ہنگامی حالات سے نمٹنے کی باقاعدہ تربیت حاصل نہ ہو تو بہترین آلات بھی مطلوبہ نتائج نہیں دے سکتے۔ نوزائیدہ بچوں کی نرسری کو احتیاطاً تالا لگایا گیا تھا مگر چابی رکھنے والا فرد موجود نہیں تھا۔ یہ صورتحال اس بات کی متقاضی ہے کہ ہسپتال کے حفاظتی طریقہ؟ کار کا از سر نو جائزہ لیا جائے اور ہر ممکنہ ہنگامی صورتحال کے لیے متبادل انتظامات پہلے سے طے کیے جائیں۔

تجزیہ بی این پی کے مطابق اس واقعے کو محض چند افراد کی غفلت قرار دینا مسئلے کی اصل نوعیت کو محدود کرنے کے مترادف ہوگا۔ کسی بھی بڑے ادارے میں ایک غلطی اس وقت بڑا بحران بنتی ہے جب نظام کے اندر اس غلطی کو روکنے، بروقت شناخت کرنے اور فوری طور پر اس کا ازالہ کرنے کے لیے مناسب حفاظتی حصار موجود نہ ہو۔ پمز کے واقعے سے یہی سبق ملتا ہے کہ ادارے صرف عمارتوں، مشینری، ڈاکٹروں اور عملے سے نہیں چلتے بلکہ انہیں ایک ایسے مربوط نظام کی ضرورت ہوتی ہے جس میں ہر فرد کی ذمہ داری واضح ہو، ہر ہنگامی صورتحال کے لیے پہلے سے منصوبہ بندی موجود ہو اور ہر سطح پر جوابدہی کا مؤثر طریقہ کار کام کر رہا ہو۔ آگ لگنے کے بعد چند افراد کو موردالزام ٹھہرا دینا شاید وقتی طور پر اطمینان دے دے، لیکن اگر نظام کی خامیاں دور نہ کی جائیں تو مستقبل میں کوئی دوسرا واقعہ دوبارہ اسی نوعیت کے سوالات کھڑے کر سکتا ہے۔

اس سانحے کا سب سے مثبت پہلو یہ ہے کہ اس کی تحقیقات شروع ہوئی ہیں اور عبوری رپورٹ کے ذریعے کئی کمزوریاں سامنے آئی ہیں۔ اب اصل ضرورت اس امر کی ہے کہ رپورٹ کو محض ایک سرکاری دستاویز بنا کر فائلوں میں محفوظ نہ کیا جائے بلکہ اس کی سفارشات کو عملی اقدامات میں تبدیل کیا جائے۔ پمز میں جدید فائر الارم اور سپرنکلر نظام نصب کیا جائے، ہر وارڈ کے لیے واضح ایمرجنسی پروٹوکول مرتب ہوں، طبی اور غیر طبی عملے کی باقاعدہ فائر سیفٹی تربیت ہو، ہر شفٹ میں ذمہ دار افسر کی موجودگی یقینی بنائی جائے اور ہنگامی صورتحال میں ریسکیو اداروں سے فوری رابطے کا مؤثر نظام قائم کیا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ وقفے وقفے سے فائر ڈرلز اور ایمرجنسی مشقیں بھی لازماً کرائی جائیں تاکہ عملہ صرف کاغذ پر نہیں بلکہ عملی طور پر بھی کسی بحران سے نمٹنے کے قابل ہو۔

تجزیہ بی این پی یہ سمجھتا ہے کہ پمز کا معاملہ صرف ایک ہسپتال کی اصلاح تک محدود نہیں رہنا چاہیے۔ ملک کے تمام بڑے سرکاری ہسپتالوں کے لیے ایک جامع قومی حفاظتی معیار تشکیل دینے کی ضرورت ہے۔ ہسپتال کی کارکردگی کا جائزہ صرف مریضوں کی تعداد، آپریشنز، بستروں یا طبی سہولیات کی بنیاد پر نہیں ہونا چاہیے بلکہ یہ بھی دیکھا جانا چاہیے کہ آگ، زلزلے، بجلی کے تعطل، آکسیجن سپلائی میں خرابی یا کسی دوسری ہنگامی صورتحال کے وقت مریضوں اور عملے کی حفاظت کے لیے ادارہ کس حد تک تیار ہے۔ اگر پمز میں پیش آنے والے واقعے کے بعد پورے ملک کے سرکاری ہسپتالوں کا حفاظتی آڈٹ شروع کر دیا جائے تو یہ سانحہ مستقبل میں بے شمار جانوں کے تحفظ کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

پمز کا مسئلہ وسائل کی کمی سے زیادہ انتظامی صلاحیت اور جوابدہی کا مسئلہ دکھائی دیتا ہے۔ بڑے اداروں کے لیے بھاری بجٹ اور جدید عمارتیں اپنی جگہ اہم ہیں، لیکن ان وسائل کو مؤثر انداز میں استعمال کرنے کے لیے مضبوط انتظامی ڈھانچہ ضروری ہوتا ہے۔ اگر ایک ادارے میں ذمہ داریاں واضح نہ ہوں، فیصلوں میں تاخیر ہو، نگرانی کمزور ہو اور کسی خرابی کے سامنے آنے پر فوری اصلاح نہ کی جائے تو وسائل بھی مطلوبہ نتائج پیدا نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں سرکاری اداروں کے حوالے سے یہ بنیادی سوال مسلسل موجود ہے کہ جو ادارے ابتدا میں بہترین منصوبہ بندی، بیرونی تعاون اور بڑے وسائل کے ساتھ قائم کیے جاتے ہیں، وہ وقت گزرنے کے ساتھ اپنی کارکردگی کیوں کھو دیتے ہیں۔

جاپان کی مالی معاونت سے قائم ہونے والا پمز اور روس کے تعاون سے وجود میں آنے والی پاکستان اسٹیل ملز اس حوالے سے مختلف شعبوں کی دو نمایاں مثالیں ہیں۔ ایک طبی شعبے میں اہم ادارہ ہے اور دوسرا صنعتی ترقی کی بڑی علامت رہا ہے۔

قیادت کی سطح پر بھی باہمی تعاون

محمد انور رسائی

پاکستان اور سعودی عرب کے تعلقات محض دو ریاستوں کے درمیان سفارتی روابط کا نام نہیں بلکہ یہ تاریخ، مذہب، ثقافت، باہمی اعتماد اور مشترکہ مفادات سے جڑا ہوا ایک ایسا مضبوط رشتہ ہے جس نے وقت کے نشیب و فراز میں اپنی اہمیت کو ہمیشہ برقرار رکھا ہے۔ دونوں ممالک کے عوام کے دل ایک دوسرے کے لیے احترام اور محبت کے جذبات سے معمور ہیں جبکہ قیادت کی سطح پر بھی باہمی تعاون اور شراکت داری کو مسلسل فروغ دیا جاتا رہا ہے۔ حال ہی میں سعودی عرب کے وزیر ماحولیات، پانی و زراعت انجینئر عبدالرحمن بن عبدالمحسن الفضلی کی وزیراعظم محمد شہباز شریف اور چیف آف ڈیفنس فورسز فیلڈ مارشل سید عاصم منیر سے ملاقاتیں اسی دیرینہ تعلق کو ایک نئے اور زیادہ وسیع تناظر میں آگے بڑھانے کی علامت ہیں۔

وزیراعظم محمد شہباز شریف نے سعودی وزیر سے ملاقات کے دوران پاکستان اور سعودی عرب کے درمیان گہرے برادرانہ تعلقات کو اجاگر کرتے ہوئے اس امر پر زور دیا کہ دونوں ممالک تزویراتی شراکت دار ہیں اور اب وقت کا تقاضا ہے کہ دیرینہ تعلقات کو مضبوط تجارتی، معاشی، زرعی اور سرمایہ کاری شراکت داری میں تبدیل کیا جائے۔ یہ سوچ اس اعتبار سے نہایت اہم ہے کہ پاکستان اور سعودی عرب کے درمیان تعلقات پہلے ہی دفاع، سفارت کاری اور باہمی عوامی روابط کے مضبوط ستونوں پر قائم ہیں، تاہم موجودہ عالمی معاشی منظرنامے میں اقتصادی تعاون کو ان تعلقات کا مرکزی محور بنانا دونوں ممالک کے لیے غیر معمولی فوائد کا باعث بن سکتا ہے۔

سعودی وزیر کی جی ایچ کیو میں فیلڈ مارشل سید عاصم منیر سے ملاقات بھی اسی وسیع تر شراکت داری کا اہم پہلو ہے۔ ملاقات میں دونوں ممالک کے درمیان دیرینہ تزویراتی تعلقات کو مزید مستحکم کرنے کے عزم کا اعادہ کیا گیا۔ پاکستان اور سعودی عرب کے دفاعی روابط کئی دہائیوں پر محیط ہیں اور خطے میں امن، استحکام اور سلامتی کے حوالے سے ان تعلقات کی اپنی ایک منفرد اہمیت ہے۔

پاکستان، سعودی عرب اور ترکیہ کے درمیان حالیہ مشترکہ دفاعی معاہدہ مسلم دنیا کے بدلتے ہوئے جغرافیائی اور تزویراتی ماحول میں ایک اہم پیش رفت کے طور پر سامنے آیا ہے۔ اس معاہدے نے تین اہم مسلم ممالک کو دفاعی تعاون کے ایک نئے فریم ورک میں قریب لانے کے ساتھ ساتھ علاقائی امن و استحکام کے حوالے سے بھی ایک مثبت پیغام دیا ہے۔ اس معاہدے کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ یہ محض روایتی دفاعی تعاون تک محدود نہیں بلکہ اس کے وسیع تر اثرات علاقائی سفارت کاری، باہمی اعتماد اور مشترکہ سلامتی کے تصورات تک پھیل سکتے ہیں۔ موجودہ دنیا میں کسی بھی ملک کی قومی سلامتی صرف فوجی طاقت سے متعین نہیں ہوتی بلکہ اس میں معیشت، توانائی، سائنس، ٹیکنالوجی، غذائی تحفظ، سائبر سکیورٹی اور سفارتی قوت بھی بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ اس تناظر میں پاکستان، سعودی عرب اور ترکیہ کے درمیان بڑھتا ہوا تعاون ایک جامع شراکت داری کی بنیاد فراہم کر سکتا ہے۔ پاکستان کے پاس دفاعی تربیت، عسکری تجربے، انسانی وسائل اور دفاعی پیداوار کے شعبے میں وسیع صلاحیت موجود ہے۔ سعودی عرب کے پاس مضبوط مالی وسائل، توانائی کے ذخائر اور سرمایہ کاری کی غیر معمولی استعداد ہے جبکہ ترکیہ نے دفاعی ٹیکنالوجی، ڈرونز، بحری نظام، ایوی ایشن اور جدید دفاعی صنعت میں نمایاں پیش رفت کی ہے۔ اگر تینوں ممالک اپنی اپنی صلاحیتوں کو مشترکہ منصوبوں میں تبدیل کریں تو اس تعاون کے ثمرات نہ صرف دفاعی شعبے بلکہ معیشت، ٹیکنالوجی اور صنعتی ترقی تک پہنچ سکتے ہیں۔ یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ مسلم دنیا کے دیگر ممالک کی جانب سے اس طرح کے علاقائی تعاون میں دلچسپی ظاہر ہونا ایک مثبت رجحان ہے۔

نوجوان ٹیکنالوجی اور فری لانسنگ

شیر خان دانش

فیلڈ مارشل سید عاصم منیر نے اس بات پر زور دیا ہے کہ سوشل میڈیا پروپیگنڈے کے خلاف نوجوانوں کا مثبت اور بامعنی کردار ناگزیر ہے۔ ان کا یہ کہنا اس وقت خاص اہمیت اختیار کر گیا ہے جب دنیا بھر میں سوشل میڈیا محض رابطے اور معلومات کے حصول کا ذریعہ نہیں رہا بلکہ رائے عامہ کی تشکیل، قومی بیانیوں کی ترویج اور ذہنی رجحانات پر اثر انداز ہونے کا ایک طاقتور وسیلہ بن چکا ہے۔ پاکستان جیسے نوجوان آبادی والے ملک میں اس حقیقت کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے کیونکہ ملک کی بڑی تعداد نوجوانوں پر مشتمل ہے اور یہی نوجوان مستقبل میں ریاستی اداروں، معیشت، سیاست، تعلیم، سائنس، ٹیکنالوجی اور دفاع سمیت ہر شعبے کی قیادت کریں گے۔ اگر اس نسل کو مثبت سوچ، درست معلومات، تنقیدی شعور اور قومی ذمہ داری کا احساس دیا جائے تو یہی نوجوان پاکستان کی سب سے بڑی طاقت بن سکتے ہیں، لیکن اگر انہیں بے سمتی، مایوسی اور منفی رجحانات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا تو یہی صلاحیت قومی کمزوری میں بھی تبدیل ہو سکتی ہے۔

دنیا کے ترقی یافتہ معاشروں نے نوجوانوں کی اہمیت کو بہت پہلے سمجھ لیا تھا۔ وہاں نوجوانوں کے لیے تعلیم، کھیل، تحقیق، فنی تربیت، روزگار اور تخلیقی سرگرمیوں کے وسیع مواقع پیدا کیے جاتے ہیں۔ ریاست نوجوانوں کو محض مستقبل کا شہری قرار دے کر اپنی ذمہ داری ختم نہیں کرتی بلکہ ان کی شخصیت سازی اور صلاحیتوں کو پروان چڑھانے کے لیے مستقل پالیسیاں تشکیل دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان معاشروں میں نوجوان نہ صرف جدید علوم اور ٹیکنالوجی میں آگے بڑھتے ہیں بلکہ قومی معاملات میں بھی ذمہ دارانہ کردار ادا کرتے ہیں۔ اس کے برعکس پاکستان میں نوجوانوں کی بہت بڑی تعداد اپنی صلاحیتوں کے باوجود مناسب مواقع اور وسائل سے محروم ہے۔ تعلیمی سہولیات میں تفاوت، روزگار کے محدود مواقع، کھیل کے میدانوں کی کمی، فنی تربیت کا فقدان اور مستقبل کے بارے میں غیر یقینی صورتحال نوجوان نسل کو مختلف نوعیت کے مسائل سے دوچار کر رہی ہے۔

پاکستانی نوجوانوں کی صلاحیتوں کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ محدود وسائل کے باوجود وہ دنیا کے مختلف شعبوں میں اپنی قابلیت منوا رہے ہیں۔ طلبہ تعلیمی میدان میں کامیابیاں حاصل کر رہے ہیں، نوجوان ٹیکنالوجی اور فری لانسنگ کے شعبے میں عالمی مارکیٹ تک رسائی حاصل کر رہے ہیں، کھیلوں میں پاکستان کی نمائندگی کر رہے ہیں اور مختلف تخلیقی شعبوں میں اپنی شناخت بنا رہے ہیں۔ اس کے باوجود یہ سوال اپنی جگہ موجود ہے کہ کیا ریاست ان صلاحیتوں کو منظم قومی قوت میں تبدیل کرنے کے لیے مطلوبہ اقدامات کر رہی ہے؟ اگر اس سوال کا دیانت داری سے جائزہ لیا جائے تو جواب حوصلہ افزا نہیں۔ ہمارے ہاں نوجوانوں کو تقریروں میں قوم کا سرمایہ تو قرار دیا جاتا ہے لیکن عملی سطح پر ان کے لیے وہ وسائل اور مواقع پیدا نہیں کیے جاتے جن کے ذریعے وہ اپنی صلاحیتوں کو مکمل طور پر بروئے کار لا سکیں۔

تجزیہ: بی این پی کے مطابق نوجوانوں کو سوشل میڈیا پروپیگنڈے کا مقابلہ کرنے کی تلقین اپنی جگہ درست ہے، لیکن اس کے ساتھ ریاست کو یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ نوجوانوں کے پاس درست معلومات تک رسائی کے ذرائع، تحقیق کی سہولت اور فکری تربیت موجود ہے یا نہیں۔ کسی نوجوان سے یہ توقع رکھنا کہ وہ جھوٹ اور سچ کے درمیان فرق کرے، اس وقت تک کافی نہیں جب تک اسے یہ فرق کرنے کا شعور اور تربیت نہ دی جائے۔ آج سوشل میڈیا پر ایک خبر چند لمحوں میں لاکھوں افراد تک پہنچ جاتی ہے۔ جعلی معلومات، گمراہ کن ویڈیوز، جھوٹے دعوے، نامکمل حقائق اور جذباتی مواد نوجوان ذہنوں کو آسانی سے متاثر کر سکتے ہیں۔ اس صورتحال میں میڈیا آگاہی اور تنقیدی سوچ نوجوانوں کی بنیادی ضرورت بن چکی ہے۔

گزشتہ برس پاک بھارت کشیدگی کے دوران پاکستانی نوجوانوں نے بھارتی پروپیگنڈے کا جس مؤثر انداز میں مقابلہ کیا، وہ اس بات کی علامت ہے کہ ہماری نوجوان نسل میں صلاحیت اور قومی شعور موجود ہے۔ انہوں نے سوشل میڈیا کو محض تفریح کے لیے استعمال کرنے کے بجائے معلومات کے تبادلے اور قومی مؤقف اجاگر کرنے کے لیے بھی استعمال کیا۔ یہ تجربہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اگر نوجوانوں کو درست رہنمائی اور معلومات فراہم کی جائیں تو وہ کسی بھی مشکل صورتحال میں ریاست کے لیے ایک مؤثر ابلاغی قوت ثابت ہو سکتے ہیں۔ تاہم اس صلاحیت کو مستقل بنیادوں پر مضبوط بنانے کے لیے ضروری ہے کہ نوجوانوں کو جذبات کے بجائے دلیل، تحقیق اور حقائق کی بنیاد پر اپنی رائے قائم کرنے کی تربیت دی جائے۔

یہاں ایک بنیادی سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ نوجوانوں کو مثبت سرگرمیوں کی طرف کیسے راغب کیا جائے۔ اس کا جواب صرف سوشل میڈیا پر آگاہی مہم چلانے میں نہیں بلکہ نوجوانوں کے لیے عملی مواقع پیدا کرنے میں پوشیدہ ہے۔ اگر ایک نوجوان کے پاس معیاری تعلیم نہیں، کھیلنے کے لیے میدان نہیں، فنی تربیت کا موقع نہیں، روزگار کی امید نہیں اور اپنی صلاحیتوں کے اظہار کے لیے کوئی پلیٹ فارم نہیں تو اسے منفی سرگرمیوں سے دور رکھنا آسان نہیں ہوگا۔ نوجوان توانائی کا نام ہے۔ یہ توانائی کسی نہ کسی سمت ضرور استعمال ہوگی۔ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ اسے تعمیری راستہ فراہم کرے۔

کھیل کے میدان اس حوالے سے بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ صحت مند جسم صحت مند ذہن کی بنیاد بنتا ہے اور کھیل نوجوانوں میں نظم و ضبط، برداشت، ٹیم ورک، مقابلے کی مثبت روح اور قیادت جیسی خصوصیات پیدا کرتے ہیں۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے شہروں میں کھیل کے میدان کم ہوتے جا رہے ہیں۔ جو میدان موجود ہیں ان میں بھی مناسب سہولیات، دیکھ بھال اور تربیت کا فقدان ہے۔ کئی علاقوں میں بچے اور نوجوان کھیلوں کے لیے مناسب جگہ تلاش کرتے رہتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں نوجوانوں کا ایک بڑا حصہ اپنا وقت غیر صحت مند سرگرمیوں میں صرف کرتا ہے۔ اگر حکومت ہر شہر اور ہر ضلع میں کھیلوں کے میدان، جمنازیم، لائبریریاں اور نوجوانوں کے لیے تخلیقی مراکز قائم کرے تو اس کے دوررس نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔

تجزیہ: بی این پی یہ سمجھتا ہے کہ نوجوانوں کے مسئلے کو صرف امن و امان یا سوشل میڈیا پروپیگنڈے کے زاویے سے دیکھنا کافی نہیں۔ اس کے معاشی، تعلیمی، سماجی اور نفسیاتی پہلو بھی ہیں۔ ایک بے روزگار نوجوان، ایک ایسا طالب علم جو معیاری تعلیم سے محروم ہے، یا ایک ایسا نوجوان جس کے پاس اپنی صلاحیتوں کے اظہار کا کوئی ذریعہ نہیں، منفی پروپیگنڈے کے لیے نسبتاً زیادہ آسان ہدف بن سکتا ہے۔ اس لیے ریاست کو نوجوانوں کے لیے ایسا جامع نظام تشکیل دینا ہوگا جس میں تعلیم کے ساتھ ہنر، کھیل، روزگار، تحقیق اور کردار سازی کو بھی اہمیت حاصل ہو۔ نوجوانوں کو ملک دشمن عناصر کے پروپیگنڈے سے محفوظ رکھنے کے لیے بھی محض سخت اقدامات کافی نہیں ہوں گے۔ کسی بھی پروپیگنڈے کا سب سے مؤثر جواب باشعور شہری ہے۔ اگر نوجوان معلومات کی تصدیق کرنا جانتا ہو، مختلف ذرائع سے خبر کا موازنہ کر سکتا ہو، جذباتی مواد سے متاثر ہونے کے بجائے دلیل کو ترجیح دیتا ہو اور قومی معاملات کو وسیع تناظر میں دیکھنے کی صلاحیت رکھتا ہو تو اسے گمراہ کرنا آسان نہیں ہوگا۔ اس کے لیے تعلیمی اداروں میں جدید میڈیا آگاہی، ڈیجیٹل اخلاقیات اور تنقیدی سوچ کو نصاب اور تربیتی سرگرمیوں کا حصہ بنانا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ والدین، اساتذہ، علما، دانشوروں، میڈیا اور ریاستی اداروں کو بھی اپنی ذمہ داری ادا کرنا ہوگی۔ نوجوانوں کو صرف یہ کہنا کافی نہیں کہ وہ سوشل میڈیا کا غلط استعمال نہ کریں۔ انہیں یہ بھی بتایا جانا چاہیے کہ سوشل میڈیا کو مثبت مقاصد کے لیے کس طرح استعمال کیا جا سکتا ہے۔

ٹیکس اصلاحات کی سب سے بڑی آزمائش

محمد غنی خان

پاکستان کی معیشت کو درپیش بحران محض مالیاتی خسارے، بجٹ کے دباؤ یا بیرونی قرضوں کا مسئلہ نہیں بلکہ اس کے پس پردہ ایک ایسا پیچیدہ اور فرسودہ نظام بھی کارفرما ہے جس نے برسوں سے ٹیکس چوری، سمگلنگ، منی لانڈرنگ، غیر قانونی کاروبار، بدعنوانی اور معاشی عدم مساوات کو پنپنے کا موقع فراہم کیا ہے۔ وزیراعظم محمد شہباز شریف کی جانب سے ٹیکس چوری، سمگلنگ اور غیر قانونی کاروبار کے خلاف کارروائیاں تیز کرنے اور ایف بی آر میں اصلاحات مقررہ مدت کے اندر مکمل کرنے کی ہدایات بلاشبہ اہم ہیں، تاہم ان ہدایات کی اصل کامیابی اس وقت سامنے آئے گی جب انہیں محض سرکاری اجلاسوں اور اعلانات تک محدود رکھنے کے بجائے عملی نتائج میں تبدیل کیا جائے گا۔ پاکستان کو آج جس چیز کی سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ نئے قرضے یا محض نئے ٹیکس نہیں بلکہ ریاستی نظام کی ایسی بنیادی اصلاح ہے جو قانون کی یکساں عملداری، معاشی انصاف اور قومی وسائل کے منصفانہ استعمال کو یقینی بنا سکے۔

تجزیہ بی این پی کے مطابق پاکستان کا ٹیکس مسئلہ صرف یہ نہیں کہ کتنے لوگ ٹیکس ادا کرتے ہیں بلکہ اصل سوال یہ ہے کہ ریاست ٹیکس کس سے وصول کرتی ہے، کس پر کتنا بوجھ ڈالتی ہے اور کن طبقات کو مسلسل ٹیکس نظام سے باہر رہنے کی گنجائش فراہم کرتی ہے۔ ایک طرف تنخواہ دار طبقہ اپنی محدود آمدنی سے براہ راست ٹیکس ادا کرتا ہے، خریداری کے وقت بالواسطہ ٹیکس دیتا ہے، بجلی، گیس اور پٹرول کی قیمتوں میں مختلف محصولات برداشت کرتا ہے اور مہنگائی کی صورت میں اس کی قوت خرید مزید کم ہو جاتی ہے، دوسری طرف معیشت کے بڑے حصے ایسے بھی ہیں جہاں حقیقی آمدنی، کاروباری حجم، اثاثوں اور ٹیکس ادائیگیوں کے درمیان واضح تفاوت موجود ہے۔ یہی تفاوت عوام کے اندر یہ احساس پیدا کرتا ہے کہ معاشی بوجھ یکساں طور پر تقسیم نہیں کیا جا رہا۔

ایک منصفانہ ریاست کا بنیادی اصول یہی ہوتا ہے کہ جس کی آمدنی زیادہ ہو، وہ قومی خزانے میں اپنی استطاعت کے مطابق زیادہ حصہ ڈالے۔ لیکن اگر محدود آمدنی رکھنے والا شہری باقاعدگی سے ٹیکس ادا کرتا رہے اور وسیع کاروباری سرگرمیوں، بڑے اثاثوں اور غیر معمولی آمدنی رکھنے والے عناصر اپنی اصل معاشی حیثیت چھپانے میں کامیاب ہو جائیں تو اس نظام کو نہ منصفانہ قرار دیا جا سکتا ہے اور نہ پائیدار۔ پاکستان میں ٹیکس اصلاحات کی سب سے بڑی آزمائش یہی ہے کہ حکومت ٹیکس کا دائرہ ان طبقات تک وسیع کرے جو اپنی حقیقی استطاعت کے باوجود قومی ذمہ داری پوری نہیں کر رہے۔

ملکی معیشت میں طاقتور طبقات کی غیر معمولی گرفت بھی اصلاحات کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہے۔ ریاستی وسائل، زمین، سرکاری مراعات، لائسنس، ٹھیکے، قرضے، ٹیکس رعایتیں اور پالیسی سازی کے مواقع اگر ایک محدود طبقے تک محدود ہو جائیں تو معاشی مقابلہ ختم ہونے لگتا ہے۔ پھر کامیابی کا انحصار قابلیت، محنت اور جدت کے بجائے تعلقات، سیاسی اثر و رسوخ اور طاقت پر ہونے لگتا ہے۔ یہی وہ ماحول ہے جسے معاشی اصطلاح میں ایلیٹ کیپچر کہا جاتا ہے۔ اس صورتحال میں عام کاروباری شخص قانون کے مطابق اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کے باوجود غیر مساوی مقابلے کا سامنا کرتا ہے جبکہ بااثر عناصر مراعات اور مختلف راستوں کے ذریعے اپنی پوزیشن مزید مضبوط کرتے رہتے ہیں۔

ٹیکس چوری، سمگلنگ، منی لانڈرنگ، رشوت اور اقربا پروری کو بھی اسی وسیع تر معاشی پس منظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔ یہ الگ الگ جرائم ضرور ہیں لیکن ان کے درمیان ایک مضبوط معاشی تعلق موجود ہے۔ غیر قانونی طریقے سے حاصل ہونے والی دولت کو چھپایا جاتا ہے، مختلف ذرائع سے منتقل کیا جاتا ہے، جعلی یا بے نامی ذرائع استعمال کیے جاتے ہیں اور بالآخر اسے جائیداد، کاروبار یا دیگر اثاثوں کے ذریعے قانونی معیشت میں شامل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس پورے عمل کے خلاف مؤثر کارروائی کے لیے صرف چھاپے، گرفتاریاں یا مقدمات کافی نہیں بلکہ ریاست کو غیر قانونی دولت کے پورے سفر کا سراغ لگانے کی صلاحیت پیدا کرنا ہوگی۔

ایف بی آر میں اصلاحات اسی لیے بنیادی اہمیت رکھتی ہیں۔ تاہم اصلاحات کا مطلب صرف ٹیکس کی شرح بڑھانا نہیں ہونا چاہیے۔ اگر ہر مالی سال میں محصولات بڑھانے کے لیے پہلے سے ٹیکس ادا کرنے والے طبقے پر مزید بوجھ ڈال دیا جائے تو اسے اصلاح نہیں کہا جا سکتا۔ حقیقی اصلاح یہ ہے کہ ٹیکس بیس وسیع کیا جائے، نئے ٹیکس دہندگان کو نظام میں شامل کیا جائے، ٹیکس انتظامیہ کو جدید خطوط پر استوار کیا جائے، کرپشن اور غیر ضروری مداخلت کا خاتمہ کیا جائے اور جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے ٹیکس چوری کی نشاندہی کی جائے۔

آج ریاست کے پاس شہریوں اور کاروباری اداروں کے بارے میں پہلے کے مقابلے میں کہیں زیادہ معلومات موجود ہیں۔ جائیدادوں کا ریکارڈ، گاڑیوں کی رجسٹریشن، بینکنگ سرگرمیاں، درآمدات و برآمدات، کاروباری لین دین اور دیگر معاشی معلومات اگر ایک مربوط نظام کے ذریعے استعمال کی جائیں تو ٹیکس چوری کے بڑے امکانات کو بروقت شناخت کیا جا سکتا ہے۔ جس شخص کی ظاہر کردہ آمدنی معمولی ہو لیکن اس کے اثاثے، کاروباری سرگرمیاں اور اخراجات اس کے برعکس تصویر پیش کرتے ہوں، وہاں ریاست کے پاس سوال اٹھانے اور وضاحت طلب کرنے کا مؤثر نظام ہونا چاہیے۔ یہی جدید ٹیکس انتظامیہ کا بنیادی تقاضا ہے۔

تاہم اس عمل میں شہری آزادیوں، رازداری اور قانونی تقاضوں کا بھی مکمل احترام ضروری ہے۔ ڈیجیٹل نظام کو ٹیکس چوری کے خلاف استعمال کیا جائے لیکن اسے عام شہریوں کے لیے غیر ضروری ہراسانی کا ذریعہ نہ بننے دیا جائے۔ ٹیکس دہندگان کو سہولت، واضح قوانین، شفاف طریقہ کار اور اپیل کا مؤثر حق ملنا چاہیے۔ ایک ایسا نظام جس میں ٹیکس دہندہ خود کو ریاست کا شراکت دار محسوس کرے، زیادہ کامیاب ثابت ہوتا ہے بنسبت اس نظام کے جس میں ہر کاروباری شخص خود کو ریاستی اداروں کے خوف میں مبتلا محسوس کرے۔

سمگلنگ کے خلاف کارروائی بھی اسی جامع حکمت عملی کا تقاضا کرتی ہے۔ سمگلنگ صرف قومی خزانے کو محصولات سے محروم نہیں کرتی بلکہ قانونی کاروبار کو بھی نقصان پہنچاتی ہے۔ جو تاجر قانونی طریقے سے درآمدی ڈیوٹی، ٹیکس اور دیگر اخراجات ادا کرتا ہے وہ اس شخص کا مقابلہ نہیں کر سکتا جو غیر قانونی راستے سے کم قیمت پر اشیا مارکیٹ میں پہنچا دیتا ہے۔ اس طرح قانون پسند کاروباری طبقہ سزا پاتا ہے اور غیر قانونی نیٹ ورک مضبوط ہوتے جاتے ہیں۔ اس لیے سمگلنگ کے خلاف کارروائی سرحدی علاقوں تک محدود رکھنے کے بجائے پوری سپلائی چین پر نظر رکھنا ہوگی۔ کسٹمز، ایف بی آر، قانون نافذ کرنے والے اداروں، بینکنگ نظام اور انتظامیہ کے درمیان مؤثر رابطہ قائم کیے بغیر بڑے سمگلنگ نیٹ ورکس کو توڑنا مشکل ہوگا۔

بقیہ 1

جس میں غم اور بے چینی پیدا ہو، تاکہ خوف و ہراس پھیلے، بڑے پیمانے پر احتجاج شروع ہوں، اور ایسا بحران پیدا ہو جو حکومت کی تبدیلی اور بانی کی واپسی کا باعث بن سکے۔ خواجہ آصف نے کہا کہ پی ٹی آئی کی امیدوں پر پانی پھر گیا ہے، صورتحال کو سنبھالنے کی کوشش اب بھی غیر ملکی میڈیا کے ذریعے جاری ہیں۔ وفاقی وزیر نے سوال اٹھایا کہ کیا اس بات پر اصرار کیا جا رہا ہے کہ بانی پی ٹی آئی کی صحت تیزی سے خراب ہو رہی ہے؟ یہ ایک ایسا من گھڑت دعویٰ جس کی انہیں شدید ضرورت ہے۔

بقیہ 2

لیا ہے، اس جھڑپ کے دوران 14 قزاق ہلاک ہوئے۔ صومالی وزارت دفاع کی جانب سے جاری کردہ ایک بیان کے مطابق، 10 روزہ آپریشن کے دوران قزاقوں کے زیر استعمال 4 کشتیاں تباہ کی گئیں اور 14 قزاقوں کو ہلاک کیا گیا اور مسلسل فوجی دباؤ نے بالآخر باقی ماندہ قزاقوں کو جہاز چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ بیان میں مزید کہا گیا ہے کہ فورسز نے کارروائی کے بعد MV LATUF نامی جہاز کا کنٹرول سنبھال کر اسے محفوظ بنا لیا ہے، جس نے اب بحفاظت اپنا سفر دوبارہ شروع کر دیا ہے۔ صومالیہ کی نیم خودمختار ریاست پنٹ لینڈ کے ذرائع کے مطابق جہاز پر حملے کے کم از کم 18 ارکان سوار تھے جن میں ایک ترک شہری بھی شامل تھا۔ میرین ٹریفک ویب سائٹ کا ڈیٹا ظاہر کرتا ہے کہ کیمرون کے جھنڈے تلے آپریٹ کرنے والا یہ جہاز جولائی کے اواخر میں ترکیے سے تنزانیہ کی بندرگاہ دارالسلام کے لیے روانہ ہوا تھا۔ بین الاقوامی میڈیا رپورٹس کے مطابق اس جہاز پر ترک ہتھیار لدے ہوئے تھے تاہم رابطہ کرنے پر صومالیہ کے حکام یا پنٹ لینڈ انتظامیہ نے ان خبروں کی تصدیق یا تردید نہیں کی۔ ترکیے اور صومالیہ کا یہ مشترکہ آپریشن دونوں ممالک کے درمیان طے پانے والے دفاعی تعاون کے معاہدے کے تحت کیا گیا۔

بقیہ 3

سرمایہ کاری میں تعاون بڑھانے، جبکہ آئندہ دو سال کے دوران سعودی عرب کو پاکستانی زرعی و غذائی برآمدات 3 ارب ڈالر تک لے جانے کے عزم کا اظہار کیا ہے۔ پاکستان اور سعودی عرب کے درمیان زرعی تعاون کے مشترکہ اعلامیے کے مطابق چاول، سرخ گوشت، پھل، کنسنٹریٹس اور سبز چارہ ترجیحی شعبے قرار دیے گئے ہیں، دونوں ممالک نے پانی کے مؤثر استعمال پر مبنی جدید زرعی ٹیکنالوجیز، آبپاشی اور چھوٹے کاشتکاروں کے لیے پروگرامز میں تعاون بڑھانے پر بھی اتفاق کیا۔ اعلامیے میں کہا گیا کہ سعودی عرب نے پاکستان سے چاول کی درآمد مزید بڑھانے میں دلچسپی ظاہر کی ہے، پاکستان نے 2025 میں سعودی عرب کو تقریباً 169 ہزار ٹن چاول برآمد کیے، جن کی مالیت تقریباً 163 ملین ڈالر رہی۔ سعودی فریق نے پاکستانی سرخ گوشت کی درآمد بتدریج دوگنا کرنے میں بھی دلچسپی ظاہر کی ہے، پاکستان اس وقت سالانہ تقریباً 30 ہزار ٹن سرخ گوشت سعودی عرب برآمد کر رہا ہے، جس کی مالیت تقریباً 167 ملین ڈالر ہے۔ دونوں ممالک نے پھلوں اور کنسنٹریٹس کی تجارت بڑھانے اور سعودی مارکیٹ میں پاکستانی پھلوں کا برآمدی حصہ بڑھانے کے وسیع امکانات سے فائدہ اٹھانے پر اتفاق کیا۔ نجی شعبوں کے درمیان کاروباری روابط اور بیچ میکنگ آسان بنانے، زرعی مصنوعات کی معیار کی سرٹیفکیشن کی باہمی منظوری کے لیے اقدامات کی حوصلہ افزائی بھی کی گئی۔ سعودی فریق نے سبز چارے کو طویل المدتی سپلائی پارٹنرشپ کے لیے امید افزا شعبہ قرار دیا، بھکر میں پانی کے مؤثر استعمال پر مبنی آبپاشی پروگرام کے پہلے مرحلے کو کامیاب قرار دیتے ہوئے سعودی عرب نے چھوٹے کاشتکاروں کے لیے پروگرام کے دوسرے مرحلے میں دلچسپی ظاہر کی۔ اعلامیے میں بتایا کہ لائیو سٹاک، ایگری فوڈ پراسیسنگ اور چاول کی ویلیو چین میں سرمایہ کاری کی تجاویز کا بھی جائزہ لیا گیا جب کہ دونوں ممالک نے زرعی شعبے میں سرمایہ کاری اور تعاون کے لیے رابطہ جاری رکھنے پر اتفاق کیا۔ سعودی وزیر ماحولیات، پانی و زراعت کی قیادت میں سعودی وفد نے 26 سے 28 اگست 2026 تک اسلام آباد کا دورہ کیا، جہاں وزیراعظم شہباز شریف سے ملاقات میں زرعی تعاون کے امکانات پر تفصیلی تبادلہ خیال کیا گیا، دونوں جانب سے تاریخی برادرانہ تعلقات اور وسیع تر اسٹریٹجک شراکت داری کا اعادہ بھی کیا گیا۔ سعودی عرب نے پاکستان کو انٹرنیشنل ڈیٹس کونسل میں شمولیت کی ترغیب دی، جبکہ پاکستان نے 43ویں سعودی ایگریکلچر نمائش میں شرکت کی دعوت کا خیر مقدم کیا۔ سعودی ایگریکلچر نمائش 19 سے 22 اکتوبر 2026 تک ریاض میں منعقد ہوگی۔ پاکستان اور سعودی عرب نے زرعی تعاون کے مشترکہ اعلامیے کے نتائج پر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے باہمی تعاون کو مزید وسعت دینے کے عزم کا اعادہ کیا ہے۔

بقیہ 4

وزارت خارجہ کے ذرائع نے کہا کہ ترکیے، سعودی عرب اور پاکستان کے اعلیٰ حکام رواں ماہ طے پانے والے مشترکہ دفاعی معاہدے کے تحت پہلی کمیٹی کے اجلاس کے لیے پیر کے روز استنبول میں جمع ہوں گے۔ خبر رساں ایجنسی کے مطابق ترک وزارت خارجہ کے ذرائع نے بتایا کہ استنبول میں ہونے والے اس اہم اجلاس میں تینوں ممالک کے وزرائے خارجہ، وزرائے دفاع اور مسلح افواج کے چیفس آف اسٹاف شرکت کریں گے۔ ذرائع کے مطابق اجلاس کے ایجنڈے میں بین الاقوامی سلامتی کے امور سرفہرست ہوں گے اور توقع ہے کہ بات چیت میں دفاعی صلاحیتوں کو بڑھانے، مسلح افواج کے درمیان ہم آہنگی اور دفاعی صنعت میں مشترکہ پیداوار اور تیاری سمیت تعاون کو مزید گہرا کرنے کے امور زیر بحث آئیں گے۔

بقیہ 5

کے حامیوں کو ایک ایسے ماحول کی ضرورت ہے جس میں غم اور بے چینی پیدا ہو، تاکہ خوف و ہراس پھیلے، بڑے پیمانے پر احتجاج شروع ہوں، اور ایسا بحران پیدا ہو جو حکومت کی تبدیلی اور بانی کی واپسی کا باعث بن سکے۔ خواجہ آصف نے کہا کہ پی ٹی آئی کی امیدوں پر پانی پھر گیا ہے، صورتحال کو سنبھالنے کی کوشش اب بھی غیر ملکی میڈیا کے ذریعے جاری ہیں۔ وفاقی وزیر نے سوال اٹھایا کہ کیا اس بات پر اصرار کیا جا رہا ہے کہ بانی پی ٹی آئی کی صحت تیزی سے خراب ہو رہی ہے؟ یہ ایک ایسا من گھڑت دعویٰ جس کی انہیں شدید ضرورت ہے۔

بقیہ 6

فورڈ جبکہ آخری 2 میچز ورسٹر میں کھیلے جائیں گے۔

بقیہ 7

کے رہنما مرتضیٰ وہاب نے بلاول بھٹو زرداری کی منگنی یا شادی سے متعلق خبروں کی تردید کر دی۔ میڈیا رپورٹ کے مطابق صدر آصف علی زرداری اپنے بیٹے بلاول بھٹو زرداری کی شادی کی تاریخ مقرر کرنے لیختن شٹائن پہنچے ہیں، آصف علی زرداری کے ہمراہ خاندان کے دیگر افراد بھی ہیں۔ ایک رپورٹ کے مطابق ذرائع نے دعویٰ کیا کہ لڑکی کا تعلق لیختن شٹائن کے دارالحکومت واڈوز سے ہے اور بلاول بھٹو زرداری کی شادی کی تقریب رواں سال کے آخر میں متوقع ہے۔ لیختن شٹائن مغربی یورپ میں سوئٹزرلینڈ اور آسٹریا کے درمیان واقع ایک چھوٹا اور خوبصورت خودمختار ملک ہے جس کا دارالحکومت واڈوز ہے۔ دوسری جانب میئر کراچی مرتضیٰ وہاب نے چیئرمین پیپلز پارٹی بلاول بھٹو زرداری کی منگنی یا شادی سے متعلق خبروں کی تردید کی ہے۔ چیئرمین پیپلز پارٹی بلاول بھٹو زرداری کی شادی کی سوشل میڈیا پر افواہیں گردش کر رہی ہیں، میئر کراچی مرتضیٰ وہاب نے بلاول بھٹو کی منگنی یا شادی ہونے کی تردید کر دی۔ اپنے بیان میں میئر کراچی مرتضیٰ وہاب نے کہا کہ ایسی خبریں غلط اور بے بنیاد ہیں۔ سوشل میڈیا پر دعویٰ کیا گیا تھا کہ بلاول بھٹو کسی غیر ملکی لڑکی سے شادی کر رہے ہیں۔ میڈیا رپورٹ کے مطابق صارفین نے مرتضیٰ بھٹو، شاہنواز بھٹو اور فاطمہ بھٹو کی غیر ملکی افراد سے شادی سے سلسلے جوڑ دیے تھے۔ سوشل میڈیا پر افواہوں کا بازار گرم ہوتے ہی مبارکبادوں کا سلسلہ بھی تیز ہو گیا تھا تاہم اب انکی تردید کر دی گئی ہے۔

بقیہ 8

انوار کو سماجی رابطے کی ویب سائٹ ایکس پر ایک بیان میں وزیراعظم نے کہا کہ وہ اپنے عزیز بھائی صدر رجب طیب اردوان، حکومت ترکیہ اور برادر عوام جمہوریہ ترکیہ کو یوم فتح کی خوشیوں کے موقع پر دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ 30 اگست اس تاریخی فتح کی یاد دلاتا ہے جو غازی مصطفیٰ کمال اتاترک کی قیادت میں حاصل کی گئی اور جس نے جدید ترک جمہوریہ کی بنیادیں استوار کیں، پاکستان اپنے ترک بھائیوں اور بہنوں کے ساتھ مل کر جرأت اور قومی عزم کی اس عظیم اور قابل فخر میراث کو خراج تحسین پیش کرتا ہے۔ وزیراعظم نے کہا کہ پاکستان اور ترکیہ کے درمیان تعلقات دلوں کے رشتے ہیں، جو مشترکہ ایمان، تاریخ اور صدیوں پر محیط جدوجہد سے مضبوط ہوئے ہیں، آج ہمارے دونوں ممالک نے مکہ مشترکہ دفاعی معاہدے کے ذریعے پائیدار برادرانہ تعلقات کے اس سٹریٹجک اظہار کی تجدید کی ہے، جو ہمارے دونوں ممالک کو برادر مملکت سعودی عرب کے ساتھ مشترکہ سلامتی اور اجتماعی دفاع کے مشترکہ مقصد میں یکجا کرتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان دونوں ممالک کی مشترکہ خوشحالی اور سلامتی کے لیے ترکیہ کے ساتھ تمام شعبوں میں اپنی سٹریٹجک شراکت داری کو مزید مضبوط اور گہرا کرنے کے عزم پر ثابت قدم ہے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کرے کہ پاکستان اور ترکیہ کے درمیان دائمی دوستی اور بھائی چارے کے رشتے آنے والی نسلوں تک اسی طرح پھلتے پھولتے رہیں۔

بقیہ 9

ہیں۔ انہوں نے کہا کہ 30 اگست 1922 کی عظیم فتح ترکیہ کی تاریخ کا ایک اہم باب ہے اور اس امر پر اعتماد کا اظہار کیا کہ دونوں ممالک کے درمیان قریبی اور برادرانہ تعلقات مزید فروغ پاتے رہیں گے۔ صدر مملکت نے صدر رجب طیب اردوان اور ترک عوام کے لیے مسلسل امن، خوشحالی اور کامیابی کی دعا کی۔

بقیہ 10

ڈی ڈاکٹر رانا عمران سکندر کو 4 ماہ کیلئے معطل کر دیا گیا، پی آئی ایچ کے ڈاکٹر محمد سلمان کو 3 سال کیلئے پمز کا ایگزیکٹو ڈائریکٹر تعینات کیا گیا ہے، ڈاکٹر سلمان پی آئی ایچ کے بھی ایگزیکٹو ڈائریکٹر رہیں گے۔ نوٹیفکیشن کے مطابق ڈاکٹر الطاف حسین کو 3 ماہ کیلئے پمز ہسپتال کا جوائنٹ ایگزیکٹو ڈائریکٹر تعینات کیا گیا ہے، پمز ہسپتال کے دیگر شعبوں سے متعلق بھی انتظامی نوٹیفکیشن جاری کر دیے گئے۔ یاد رہے کہ وزیراعظم شہباز شریف نے پمز سانحے پر ہسپتال کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر پروفیسر ڈاکٹر عمران سکندر سمیت 8 افراد کو فوری معطل کرکے کارروائی کرنے کی منظوری دی تھی۔ ان 8 افراد میں پمز کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر پروفیسر ڈاکٹر عمران سکندر، سیکیورٹی پر مامور کمپنی اور عہدیداران کے خلاف کارروائی کی بھی منظوری دی گئی تھی، معطل ہونے والوں میں جوائنٹ ایگزیکٹو ڈائریکٹرز ڈاکٹر مظاہر شاہ اور ڈاکٹر اویس علی شاہ شامل تھے۔ ان کے علاوہ ڈاکٹر نوشیلہ امجد، اسسٹنٹ ڈائریکٹر سیکیورٹی محمد عثمان، سی ڈی اے کے ایمرجنسی سروس کے ڈی جی عبدالرحمان، نیوٹیل ڈیپارٹمنٹ کی سربراہ ڈاکٹر سعدیہ ریاض اور سینئر رجسٹرار بھی معطل ہونے والوں میں شامل تھے۔

بقیہ 11

موقع پر ایرانی پارلیمنٹ کے اسپیکر محمد باقر قالیباف نے کہا کہ نئے علاقائی معاہدے اور انتظامات مسلم پڑوسی ممالک کی سکیورٹی کے لیے غیر ملکی طاقتوں کے بجائے اپنی صلاحیتوں پر انحصار کا آغاز ہو سکتے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ علاقائی سکیورٹی مسلم ممالک کے درمیان تعاون اور خواہش کی بنیاد پر ہونی چاہیے۔ مسلم پڑوسیوں کو دشمنوں کی بجائے تعاون اور بھائی چارہ اپنانا چاہیے۔ محمد باقر قالیباف نے ایران میں مختلف مسالک کے درمیان اتحاد کو قومی مضبوطی اور سیکورٹی کا ستون قرار دیا۔ ایرانی وزیر خارجہ عباس عراقچی کا کہنا تھا کہ امریکا بھولے میڈیا کے ذریعے توانائی مارکیٹ میں ہیرا پھیری کر کے جنگ کو طوالت دینے کی کوشش کر رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسرائیل پیچھے عناصر امید افزا جائزے پیش کر رہے ہیں تاہم صورتحال کا اصل بوجھ امریکی صارفین اٹھا رہے ہیں۔

بقیہ 12

جو اشیا کی آمدورفت اور برآمدات میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ اسی وجہ سے یہاں کی سرگرمیوں کے معیار ملک میں بحری تجارت کی صورتحال کا ایک اہم اشارہ بن جاتا ہے۔ یہ پیش رفت ان امریکی اقدامات کے سایہ میں سامنے ہوئی جن کا مقصد ایران کی بین الاقوامی ترسیل اور شپنگ نیٹ ورکس کو استعمال کرنے کی صلاحیت کو محدود کرنا ہے۔ امریکی اقدامات میں پابندیوں کی زد میں آنے والے ایرانی شعبوں کے ساتھ تعاون کرنے والے جہازوں اور اداروں کا تعاقب کرنا شامل ہے جو بحری تجارت کی نقل و حرکت پر اضافی دباؤ کا باعث بن رہا ہے۔ رجائی بندرگاہ بندر عباس کے قریب اور آبنائے ہرمز کے قریب واقع ہے۔ یہ بندرگاہ ایرانی تجارت کا سب سے نمایاں بحری گیٹ وے ہے کیونکہ اس کے ذریعے کنٹینرز، اشیا اور درآمد و برآمد کی جانے والی اشیا کا ایک بڑا حصہ گزرتا ہے۔ فروری کے آخر میں ایران پر پہلی امریکی اور اسرائیلی حملوں کے ساتھ جنگ چھڑنے کے بعد سے ایران نے عملی طور پر آبنائے ہرمز کو بند کر دیا ہے۔ اس آبنائے سے عام طور پر دنیا کی خام تیل اور ایل این جی کی پیداوار کا پانچواں حصہ گزرتا ہے۔ جواب میں امریکہ نے ایرانی بندرگاہوں کی بحری ناکہ بندی کر دی ہے۔

بقیہ 13

افراد کو محفوظ مقامات پر منتقل کیا جا چکا ہے۔ حکام کے مطابق شدید سیلاب اور مٹی کے تودوں کے باعث متاثرہ علاقوں تک رسائی بدستور ایک بڑا چیلنج ہے۔ نیپال میں 18 ہزار سے زیادہ امدادی کارکن ریسکیو آپریشن میں مصروف ہیں، جبکہ خراب موسم اور دشوار گزار راستے امدادی سرگرمیوں میں رکاوٹ بن رہے ہیں۔ حکام کو ہیلی کاپٹروں کے ذریعے امداد پہنچانے کا عمل تیز کر دیا ہے اور بعض مقامات پر ریسکیو کے لیے ڈرونز کے استعمال پر بھی غور کیا جا رہا ہے۔ سیلاب میں بڑی تعداد میں غیر ملکی شہری بھی متاثر ہوئے ہیں۔ نیپال ٹورزم بورڈ کے مطابق 261 غیر ملکی شہریوں کو ریسکیو کیا جا چکا ہے، جبکہ مزید 320 غیر ملکی تاحال لاپتہ ہیں۔ ریسکیو کیے جانے والوں میں 167 انڈین، 40 چینی، 8 یوکرینی، 4 جرمن، 4 مالٹا کے شہری اور 3 امریکی بھی شامل ہیں۔

بقیہ 14

پروگرام میں رانا ثناء اللہ نے کہا کہ پیر سٹر افتخار گیلانی کو وزیراعظم بنانے کا فیصلہ پارٹی قیادت اور میاں نواز شریف کا تھا۔ انہوں نے کہا کہ پارٹی قیادت کے لیے مشکل فیصلہ تھا لیکن فیصلہ افتخار گیلانی کے حق میں ہوا، اس فیصلے سے کسی کے ساتھ زیادتی نہیں کی گئی۔ رانا ثناء اللہ نے کہا کہ شاہ غلام قادر پارٹی کے صدر ہیں، وہ ہر قیمت پر ساتھ رہیں گے، انہیں اور راجا فاروق حیدر کو کیمپ میں شامل کریں گے۔ یاد رہے کہ مسلم لیگ ن کے افتخار گیلانی آزاد کشمیر کے 17ویں وزیراعظم منتخب ہوئے ہیں، انہوں نے 30 ووٹ حاصل کیے جبکہ پیپلز پارٹی کے سردار مختار خان نے 14 ووٹ حاصل کیے۔ افتخار گیلانی پہلی بار 2011 میں منتخب ہو کر آزاد کشمیر کی قانون ساز اسمبلی میں پہنچے تھے۔ افتخار گیلانی آزاد کشمیر کے وزیر تعلیم بھی رہ چکے ہیں، اس بار وہ ٹیکنوکریٹ سیٹ سے اسمبلی میں پہنچے ہیں۔

بقیہ 15

سیٹلائٹ تصاویر کا تجزیہ کرنے، اور زمینی معائنے و انٹرویوز کے بعد مجموعی طور پر یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ: بھجنگ وقت کے مطابق اگست کو صبح گرمنٹ کے لگ بھگ، نیپال کی حدود میں لانگ تانگ لی ریگ چوٹی کی شمالی ڈھلوان پر ایک گلیشیر میٹرکی بلندی پر ٹوٹا اور برفانی تودے کی شکل میں اونچائی سے تیزی سے گرتا ہوا میٹر کے قریب پہنچا، جہاں پہاڑی ڈھلانوں کو بہا کر اس نے ایک بڑے وسیع پہاڑی سیلاب کی شکل اختیار کر لی اور تقریباً کلومیٹر تک تیز رفتاری سے بہتا ہوا میٹر کی بلندی پر واقع چین کے گیرونگ بندرگاہی علاقے تک پہنچا۔ اس شدید سیلاب کے نتیجے میں اس علاقے کا تقریباً صفر اعشاریہ سات مربع کلومیٹر حصہ، عمارتیں اور متعلقہ ضمنی سہولیات زیر آب آ گیا۔ اجلاس میں بتایا گیا کہ یہ تباہی طویل عرصے سے جاری موسمیاتی حدت کے باعث گلیشیر کے غیر مستحکم ہونے کی وجہ سے آئی۔ یہ آفت اچانک رونما ہوئی، اس سیلاب کی بہا بہت زیادہ تھا، رفتار تیز تھی، جبکہ اس کی تباہ کاری اور متاثرہ علاقے کا دائرہ بھی وسیع تھا۔ یہی وہ نمایاں وجوہات ہیں جو اب جھنگ بانی۔ تبت سطح مرتفع اور اس کے گرد و نواح میں فریزنگ سرکل کی آفات کی صورت میں سامنے آرہی ہیں۔ نگرانی سے پتا چلا ہے کہ گلیشیر کے ٹوٹنے سے لے کر چین کے گیرونگ بندرگاہی علاقے تک پہنچنے میں تقریباً منٹ لگے۔ تجزیے کے مطابق، اس آفت کے بعد کی امدادی کارروائیوں میں سب سے بڑی رکاوٹ وہ عارضی بند ہے جو سرحدی دروازے کے مرکزی علاقے کے اوپر ہے۔ یہ بند اب پانی سے بھر چکا ہے اور آہستہ آہستہ پانی چھوڑ رہا ہے۔ فی الحال مجموعی طور پر اس کی صورتحال مستحکم ہے، اور اس کے مکمل ٹوٹنے کا امکان کم ہے۔ آفت کے بعد شی زانگ نے فوری طور قدرتی آفت کی لیول ون ایمرجنسی ریسپانس اور لیول ون امدادی ریسپانس کا آغاز کیا، اور ہنگامی امدادی کمانڈ اور فرنٹ لائن کمانڈ قائم کی۔ وزارت خزانہ اور وزارت ایمرجنسی مینجمنٹ نے فوری طور پر کروڑ یوآن اور قومی ترقی و اصلاحاتی کمیشن نے کروڑ یوآن مختص کیے تاکہ امدادی کاموں اور آفت کے بعد کی ہنگامی بحالی کے امور میں مدد کی جا سکے۔ فی الوقت پیپلز لبریشن آرمی، مسلح پولیس، چائنا فائر اینڈ ریسکیو ٹیم، سرحدی محافظ، پبلک سیکیورٹی اور چائنا آئن تنگ گروپ سمیت مختلف امدادی قوتوں کے اہلکار امدادی کاموں میں مصروف ہیں، امدادی گاڑیاں اور امدادی آلات کے ساتھ فرنٹ لائن میں سرچ اینڈ ریسکیو میں استعمال ہو رہے ہیں۔ اب زمینی، آبی اور فضائی، تینوں راستوں سے پیش قدمی کرتے ہوئے متاثرہ مرکزی علاقے تک پہنچا جا رہا ہے۔

بقیہ 16

سامنے آیا۔ اخبار کے مطابق کیس کی تفصیلات 1983 کی ہیں جب 1979 میں ایشیائی پاسپورٹ پر ملازمت کے لیے بحرین میں داخل ہونے والے ملزم نے اپنا نام، تاریخ پیدائش اور والدہ کی تفصیلات تبدیل کر کے پیدائش کا جعلی سرٹیفکیٹ بنایا۔ پھر اس کا استعمال متعلقہ حکام کے سامنے کر کے بحرینیوں کے لیے مخصوص ورک کارڈ، شناختی کارڈ، پاسپورٹ اور دیگر سرکاری دستاویزات حاصل کیں۔ ملزم نے دو مختلف ناموں سے دو پرسنل نمبرز حاصل کیے اور جعل سازی پر مبنی ڈیٹا کا استعمال کرتے ہوئے دو ڈرائیونگ لائسنس جاری کرائے جن میں سے ایک "بغیر شہریت" کی حیثیت سے تھا اور وہ سالوں تک ان دستاویزات کا استعمال کرتا رہا۔ جنرل اتھارٹی فار سوشل انشورنس کی شہادت کے مطابق ملزم 1983 سے ایک بحرینی بیمہ شدہ شخص کے طور پر رجسٹرڈ تھا اور اس کی انشورنس سروس کی مدت 31 سال تک پہنچ گئی جس کی بنا پر وہ پنشن کا حقدار بنا اور اس نے سروس ختم ہونے کا الاؤنس بھی حاصل کر لیا۔ یہ واقعہ پاسپورٹ کے ڈائریکٹوریٹ جنرل کے سرچ اینڈ فالو اپ ڈیپارٹمنٹ کو ملزم کے مختلف نام اور ڈیٹا استعمال کرنے کی معلومات ملنے کے بعد بے نقاب ہوا۔ تحقیقات سے ثابت ہوا کہ وہ قانونی طور پر مختلف حیثیتوں والے دو پرسنل نمبر رکھتا ہے۔ اس کے بعد ملزم کو گرفتار کر لیا گیا اور اس نے پبلک پراسیکیوشن کی تحقیقات کے دوران جعل سازی کرنے اور بحرینی شہریوں کو ملنے والی مراعات کے حصول کے لیے پیدائش کے سرٹیفکیٹ کو استعمال کرنے کا اعتراف کیا۔ ملزم نے جعلی سرکاری دستاویزات کا علم رکھتے ہوئے بھی ان کا استعمال کیا جن میں پیدائش کا سرٹیفکیٹ، ورک کارڈ، پاپولیشن رجسٹر کارڈ، شناختی کارڈ، پاسپورٹ اور دو ڈرائیونگ لائسنس شامل تھے۔ ان میں نام، پرسنل نمبر اور بغیر شہریت کی قانونی حیثیت کے بارے میں غلط معلومات درج تھیں اور اس نے یہ دستاویزات دوسروں کے سامنے پیش کیں اور ان کی صحت کا دعویٰ کرتے ہوئے ان کا سہارا لیا۔

بقیہ 17

کے موقع پر گفتگو کرتے ہوئے وزیراعظم آزاد کشمیر افتخار گیلانی نے کہا کہ آزاد کشمیر کے داخلی اور خارجی راستے دو روز میں بحال کر دیے جائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ آزاد کشمیر میں انٹرنیٹ سروس بھی مرحلہ وار بحال کی جائے گی، پہلے مرحلے میں تعلیمی اداروں کے لیے آئندہ دو روز کے دوران انٹرنیٹ سروس کھول دی جائے گی۔ واضح رہے کہ مسلم لیگ (ن) کے بیرسٹر افتخار گیلانی تمیں روز قبل آزاد کشمیر کی قانون ساز اسمبلی میں 30 ووٹ حاصل کر کے ریاست کے 17ویں وزیراعظم منتخب ہوئے تھے۔

بقیہ 18

میں سے مزید 27 بسیں اگلے مرحلے میں پشاور پہنچیں گی جس میں سے 2 بسیں کمپنی کی جانب سے تحفے کے طور پر دی گئی ہیں۔ بی آر ٹی بسوں کی تعداد 244 سے بڑھ کر 269 ہو گئی ہے جبکہ تمام نئی بسیں پہنچنے کے بعد بی آر ٹی بسوں کی مجموعی تعداد 296 ہو جائے گی۔ ٹرانس پشاور کے مطابق بی آر ٹی کی موجودہ 244 بسوں میں سے 5 بسیں خواتین کیلئے مختص کی جائیں گی، ان بنک بسوں کے روٹس سے متعلق تفصیلات بھی جلد مکمل کر لی جائیں گی۔ ٹرانس پشاور کے مطابق بی آر ٹی بسوں کی کمی کو پورا کرنے کے لیے صوبائی حکومت کو 100 بسیں خریدنے کی سفارش کی گئی تھی، جس میں 50 ڈیزل ہائبرڈ اور 50 الیکٹرک بسیں شامل ہیں۔ صوبائی کابینہ کی منظوری کے بعد پہلے مرحلے میں 50 ڈیزل ہائبرڈ بسیں خریدی جا رہی ہیں جبکہ دوسرے مرحلے میں مزید 50 الیکٹرک بسیں خریدی جائیں گی۔ ٹرانس پشاور کے مطابق بسوں کی خریداری پر مجموعی طور پر 3 ارب 20 کروڑ روپے لاگت کا تخمینہ لگایا گیا تھا۔

بقیہ 19

مساوات اور باہمی احترام پر مبنی ایک مکالماتی نظام وضع کیا ہے۔ مختلف خصوصیات اور مختلف پس منظر رکھنے والے ممالک کے ایک ساتھ مل کر کام کرنا سیکھا ہے، اور سب سے پیچیدہ مسائل پر اتفاق رائے حاصل کیا ہے جو ان کے خیال میں، برسوں میں تعاون کے ذریعے حاصل ہونے والے اہم ترین نتائج میں سے ایک ہے۔ ریمیک بایف نے کہا کہ دوسرا اہم تجربہ یہ ہے کہ ایس سی او نے وسیع شعبوں میں کثیر الجہتی تعاون کا ایک منفرد میکانزم قائم کر لیا ہے۔ بڑھتی ہوئی ایس سی او اور فیملی کے بارے میں انہوں نے کہا کہ شنگھائی تعاون تنظیم ملک کے بڑے یا چھوٹے ہونے، معیشت کے طاقتور یا کمزور ہونے کی بنیاد پر ممالک کو تقسیم نہیں کرتی بلکہ تمام ممالک کو مساوی حیثیت حاصل ہے۔ یہی ایس سی او کی قدر اور کشش ہے۔ سیکرٹری جنرل ایس سی او ریمیک بایف نے کہا کہ گزشتہ سال تھیان جن سربراہی اجلاس نے ایس سی او کی اعلیٰ معیار کی ترقی کے ایک نئے دور کا آغاز کیا۔ چین کے صدر شی جن پنگ نے گلوبل گورننس انیشی ایٹو پیش کیا، جسے بین الاقوامی برادری نے تیزی سے قبول کر لیا اور سراہا۔ انہوں نے کہا کہ گلوبل گورننس انیشی ایٹو انتہائی اہمیت اور گہرے اثرات کا حامل اور وقت کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ اس اقدام کے اصول، اقدار اور اہداف بہت سی جہتوں میں شنگھائی تعاون تنظیم اور شنگھائی اسپرٹ کے اصولوں، اہداف اور اقدار کے ساتھ گہری ہم آہنگی رکھتے ہیں۔ ان کے خیال میں، اس اقدام کی بنیاد انسان کی مرکزیت ہے یعنی عوام اور عوام کے مفادات، زندگی اور صحت کو مرکزی حیثیت دی جاتی ہے۔ شنگھائی تعاون تنظیم کی بنیاد بھی یہی ہے۔ اسی لیے ایس سی او کے تمام رکن ممالک نے اس اقدام کی حمایت کی ہے۔

بقیہ 20

کچھ سے بالاتر مشتعل ہے جب باغات مالکان خود اپنے آپ کا تحفظ نہیں کر سکتے ہیں تو فورسز پر حملہ کسی کے باغ سے واردات ہو جائے تو مالک قصوروار کیسے ٹھہرایا جاتا ہے۔ کسی کو سہولت کار قرار دینے سے بلوچستان کے امن مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ سہولت کار قرار دینے سے عوام کو اپنے جائیدادوں سے جبری طور پر بے دخل کرنے کا منصوبہ ہے جو کہ اپنے جائیدادوں سے بے دخل کرنا ناقابل قبول ہے۔ یہ صدیوں سے اپنے زمینوں پر آباد ہیں اب منصوبے کے تحت مقامی آبادی کو سہولت کار قرار دے کر ان کی آبائی جائیدادوں کو چھیننے کی کوشش ہے۔ آئین کے تحت ہر شہری کی جان، مال اور عزت کی حفاظت ریاست کی پہلی اور اہم ترین ذمہ داری ہے۔ دہشت گردی کا خاتمہ کرنا سکیورٹی اور انٹیلی جنس اداروں کا کام ہے۔ بے گناہوں کو ہراساں نہ کرے۔ سکیورٹی کی ناکامی کا ملبہ عام عوام پر ڈالنا ریاست کی اپنی ذمہ داری سے پہلوتہی کے مترادف ہے۔ اس قسم کے اقدامات سے عوام اور اداروں کے درمیان مزید دوریاں اور عدم اعتماد بڑھتا ہے۔ کو؟ کی مقامی زمیندار یا مالکان اپنی حدود کو ریاست مخالف گروہ کو اپنی مرضی سے پناہ گاہ نہیں دیتے ہیں اگر زبردستی سے کوئی داخل ہو تو باغ کے مالک کو قصوروار کیسے ٹھہرائے ہوں انہوں نے کہا کہ حکومت کی نااہلی سے بلوچستان نوگو ایریا بن چکے ہیں۔ محرومیوں نے بلوچستان کو بدامنی، احساس کمتری اور عدم استحکام کی اس نہج پر لا کھڑا کیا ہے جہاں ترقی کے دعوے اور خلق تسلیاں اپنا اثر کھو چکی ہیں۔ پورے صوبے میں کہیں بھی حکومت کی رٹ دکھائی نہیں دیتی۔ عوام کی عزتیں مال و جان سب کچھ داؤ پر لگ چکی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ملک کے حالات پر غیر سنجیدہ فیصلوں نے ملک کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے، امن و امان کے نام پر اربوں روپے خرچ ہونے کے باوجود بدامنی حکومت کی کارکردگی پر سوالیہ نشان ہے۔ حکومت صرف دکھاوے اور بلند بانگ دعوؤں کے سوا اپنی ناکام کارکردگی کو نہیں چھپا سکتی ہے۔

بقیہ 21

بلکتا جا رہا ہے، دہشت گردی کے واقعات میں تیزی آتی جا رہی ہے اور نوجوان نسل مایوس ہوتی جا رہی ہے، برین ڈرین بڑھ گیا ہے، جماعت اسلامی عوام میں شعور پیدا کرنے میں کامیاب ہو رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ انکم ٹیکس صرف تنخواہ دار طبقے سے وصول کیا جا رہا ہے، ٹیکسوں کی بھرمار سے غریب آدمی پس رہا ہے، ہر شعبے میں کرپشن ہی نظر آ رہی ہے۔ امیر جماعت اسلامی کا کہنا تھا بدقسمتی سے پنجاب میں حقیقی کام کچھ نہیں ہے، نمائشی اقدامات زیادہ ہیں۔ حافظ نعیم نے کہا کہ پنجاب حکومت کو جماعت اسلامی کا دھرنا آنکھوں میں کھٹک رہا ہے، اسی لئے لیاقت باغ کو تالے لگا دیے گئے۔ کارکن تالے توڑ کر اندر جانے کو تیار ہیں تاہم انہیں روکا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جماعت اسلامی کے دھرنے پرامن ہیں، ہم کسی کا سر نہیں پھاڑتے، آگ نہیں لگاتے اور نہ ہی گملے توڑتے ہیں۔ آج تک کہیں ایک گملا بھی نہیں ٹوٹا۔ حکومت اگر طاقت کے ذریعے دھرنے ختم کرنا چاہتی ہے تو زور بازو آزما کر دیکھ لے، یہ طریقے ہم پہلے بھی دیکھ چکے ہیں۔ جماعت اسلامی اپنے مطالبات کی منظوری تک احتجاج جاری رکھے گی۔ حافظ نعیم الرحمن نے کہا کہ حکومت سمجھتی ہے کہ جماعت اسلامی کو تھکا کر کارکنوں کو گھروں کو بھیج دے گی، لیکن ایسا نہیں ہوگا۔ کراچی، حیدرآباد، لاہور، کوئٹہ اور پشاور میں دھرنے جاری ہیں اور یہ احتجاج عوامی تحریک میں تبدیل ہو رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حکومت نے ابتدا میں مذاکرات کے لئے رابطہ کیا تھا، جماعت اسلامی نے بھی مذاکرات سے انکار نہیں کیا۔ ہمیں مذاکرات کی جلدی نہیں، اگر حکومت عوام کے مسائل حل کرنا چاہتی ہے تو آ کر بات کرے۔ بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام پر تنقید کرتے ہوئے حافظ نعیم الرحمن نے کہا کہ اس پروگرام میں کرپشن ہے اور یہ قوم کو بھکاری بنانے کا پروگرام بن گیا ہے۔ لوگوں کو تعلیم اور ہنر دینے کے بجائے ہر تین ماہ بعد رقم دینے سے مسائل حل نہیں ہوں گے۔ انہوں نے حکومتی اخراجات اور لاکھوں لیٹر پیٹرول کے استعمال کو بھی ختم کرنے کا مطالبہ کیا۔

بقیہ 22

کہا کہ امریکی اور اسرائیلی مجرم حکمران صرف ایران کے نہیں تمام مسلم امہ کے دشمن ہیں، خلیجی ممالک اپنے حقیقی دشمن کی شناخت کریں۔ آیت اللہ خامنہ ای نے اپنے پیغام میں کہا کہ حقیقی دشمن کے منصوبوں کو سمجھیں اور اس کا مقابلہ کریں۔ مجتبیٰ خامنہ ای نے دنیا بھر کے مسلمانوں پر اتحاد قائم کرتے ہوئے دشمنوں کے خلاف باہمی دفاع اور باہمی تعاون بڑھانے پر بھی زور دیا۔ ایران کے رہبر اعلیٰ مجتبیٰ خامنہ ای کا یہ پیغام رسول اکرم ﷺ کی ولادت کے موقع پر جاری کیا گیا۔

بقیہ 23

افراد کے لواحقین سے دلی ہمدردی کا اظہار کیا۔ وزیراعلیٰ سندھ نے آئی جی پولیس سے واقعے کی رپورٹ طلب کر لی اور ملزمان کو قانون کی گرفت میں لانے کی ہدایت کر دی۔ مراد علی شاہ نے واقعے میں ملوث عناصر کے خلاف بلا امتیاز کارروائی یقینی بنانے کی ہدایت کرتے ہوئے کہا کہ کسی کو قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں دیں گے۔ وزیراعلیٰ سندھ نے آئی جی پولیس کو واقعے کی فوری تحقیقات اور ملزمان کی گرفتاری کے لیے مؤثر اقدامات کرنے کی بھی ہدایت کی۔

بقیہ 24

اوپن سائیکل موڈ میں تقریباً 450 میگاواٹ بجلی پیدا کر رہا ہے۔ اس صورتحال میں پلانٹ میرٹ آرڈر میں نسبتاً مہنگی بجلی پیدا کرنے والے پلانٹس میں 11ویں نمبر پر ہے۔ اسٹیم ٹربائن کی بحالی اور پلانٹ کو مکمل کمبائنڈ سائیکل آپریشن میں لانے کے بعد اس کی پیداواری صلاحیت اپنی ڈیزائن صلاحیت یعنی 747 میگاواٹ تک پہنچ جائے گی۔ اس کے ساتھ پلانٹ کی بجلی پیداواری لاگت میں نمایاں کمی آئے گی اور میرٹ آرڈر میں اس کی پوزیشن تقریباً 7ویں نمبر تک بہتر ہونے کی توقع ہے۔ اس طرح قومی نظام کو کم لاگت بجلی کا ایک بڑا اضافی ذریعہ دستیاب ہوگا، جو مہنگے ذرائع سے بجلی کی پیداوار کی ضرورت کو کم کرنے میں معاون ثابت ہوگا۔ تفصیلی تکنیکی مطالعے اور انجینئرنگ جائزے کے بعد خراب شدہ اسٹیم ٹربائن کی بحالی کے لیے خریداری کا عمل باقاعدہ طور پر شروع کر دیا گیا ہے۔ مرمتی کاموں کی تکمیل اور پلانٹ کی بحالی کے لیے دسمبر 2028 کا ہدف مقرر کیا گیا ہے۔ پاور ڈویژن نے پلانٹ کی جامع تکنیکی اور انجینئرنگ جانچ کے بعد انجینئرنگ، پروکیورمنٹ اور تعمیرات پر مشتمل ایک مربوط ٹرن کی بنیاد پر پروکیورمنٹ پیکج تیار کیا۔ تفصیلی جائزے کے بعد اسٹیم ٹربائن نمبر 16 اور متعلقہ آلات کی بحالی کے لیے بین الاقوامی مسابقتی بولیاں طلب کی گئی ہیں، جن کیلئے بولیاں جمع کرانے کی آخری تاریخ 7 اکتوبر 2026 مقرر کی گئی ہے۔ یہ اقدام گدو پاور پلانٹ کو اس کی مکمل صلاحیت کے ساتھ دوبارہ فعال بنانے کی جانب ایک اہم پیش رفت ہے۔ اضافی 297 میگاواٹ پیداواری صلاحیت کی بحالی سے موجودہ پیداوار میں تقریباً 66 فیصد اضافہ ہوگا جس سے پاکستان اپنے موجودہ پیداواری اثاثوں سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کر سکے گا۔ براہ راست مالی فوائد کے علاوہ یہ منصوبہ قومی گرڈ کے لیے بھی اہم تزویراتی حیثیت رکھتا ہے۔ گدو پاور پلانٹ قومی ٹرانسمیشن نیٹ ورک اور شمال سے جنوب بجلی کی ترسیل کے اہم راستے پر واقع ہے۔ پلانٹ کی مکمل صلاحیت کی بحالی سے بجلی کے نظام کی آپریشنل استعداد، لچک اور قابل اعتماد آپریشن میں مزید بہتری آئے گی۔ پاور ڈویژن کا یہ فعال اور مربوط اقدام حکومت کے اس عزم کی عکاسی کرتا ہے کہ موجودہ بجلی پیداواری اثاثوں سے زیادہ سے زیادہ استفادہ، نظام کی کارکردگی میں بہتری اور صارفین کو حقیقی مالی فائدہ پہنچایا جائے تاکہ صرف نئی پیداواری تنصیبات پر انحصار کیے بغیر دستیاب وسائل کو مؤثر انداز میں بروئے کار لایا جا سکے۔

بقیہ 25

بتایا گیا ہے، پولیس ریکارڈ کے مطابق ویڈیو اور آئس سپلائی ڈیلر کا نام احمد عرف پیر لالہ خان ہے۔ پولیس ذرائع کے مطابق اسلام آباد اور لاہور پولیس کے درمیان روابط کے فقدان کے باعث بھی احمد عرف پیر لالہ خان کی گرفتاری عمل میں نہیں لائی جا سکی۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ احمد عرف پیر لالہ منشیات صرف لاہور میں سپلائی کرتا ہے۔ پولیس ذرائع کے مطابق ڈیفنس، گلبرگ، ماڈل ٹاؤن، گارڈن ٹاؤن، کیولری سمیت پوش علاقوں میں ہائی سوسائٹی کو ویڈیو اور آئس احمد عرف پیر لالہ ہی سپلائی کرتا ہے۔ پولیس ذرائع کے مطابق منشیات فروشوں نے نہ صرف علاقے بلکہ شہر بھی تقسیم کیے ہوئے ہیں۔ سی سی ڈی پولیس ذرائع کے مطابق جس طرح پنکی لاہور بیٹھ کر منشیات کراچی سپلائی کرتی تھی، اسی طرح احمد عرف پیر لالہ خان اسلام آباد بیٹھ کر لاہور منشیات سپلائی کرتا ہے۔ پولیس ذرائع کے مطابق احمد عرف پیر لالہ خان لاہور میں طویل عرصے سے منشیات سپلائی کے دھندے میں ملوث ہے۔

بقیہ 26

کہا کہ بندرگاہ شہری اقتصادی ترقی کی محرک ہیں۔ انہوں نے آس پاس کی کمیونٹیز کو صحت کی سہولیات کی فراہمی میں بندرگاہوں کے کردار کو بحال کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ وفاقی وزیر برائے بحری امور کے وژن پر عمل کرتے ہوئے، کراچی پورٹ ٹرسٹ (کے پی ٹی) نے اپنا 35 واں مفت طبی کیمپ بھٹ آئی لینڈ میں منعقد کیا، جس میں ساحلی کمیونٹیز میں طبی دیکھ بھال تک رسائی کو بہتر بنانے کے اقدام کے تحت 513 باشندوں کو صحت کی دیکھ بھال کی خدمات فراہم کی گئیں۔ کیمپ کا انعقاد وفاقی وزیر برائے بحری امور محمد جنید انور چوہدری کی ہدایت پر "ہیلتھ کیئر بیونڈ باؤنڈریز" کے وژن کے تحت کیا گیا۔ اس حوالے سے وفاقی وزیر بحری امور نے کہا کہ میڈیکل کیمپ اس بات کو یقینی بنانے کے حکومت کے وسیع وژن کی عکاسی کرتا ہے کہ بندرگاہ اور ساحلی علاقوں کے آس پاس رہنے والی کمیونٹیز ترقیاتی سرگرمیوں سے مستفید ہوں۔ واضح رہے کہ کے پی ٹی میڈیکل ٹیم نے 513 مریضوں کا معائنہ کیا اور مفت ادویات اور لیبارٹری کی خدمات فراہم کیں۔ مستفید ہونے والوں میں 202 مرد، 201 خواتین اور 110 بچے شامل ہیں۔ 70 کے قریب لیبارٹری ٹیسٹ بھی کیے گئے۔ ہیپاٹائٹس بی اور سی کے لیے ایک سرشار اسکریننگ ڈرائیو کا انعقاد بھی کیا گیا تاکہ خاص طور پر جزیرے کی کم آبادیوں میں جلد روکی جانے والی بیماریوں کا پتہ لگایا جا سکے کیمپ میں رپورٹ ہونے والے تقریباً 70 فیصد کیسز جلد سے متعلق بیماریوں سے متعلق تھے جبکہ سانس اور معدے کی شکایات بھی ریکارڈ کی گئیں۔ کچھ مریض ہائی بلڈ پریشر اور ذیابیطس سمیت دائمی امراض میں مبتلا پائے گئے۔ کے پی ٹی کے سپیچ تھراپسٹ نے ماں کے لیے بچوں کی نشوونما میں تاخیر اور اعصابی عوارض کی جلد تشخیص، روک تھام اور علاج کے بارے میں آگاہی سیشن بھی کیا۔ ماں کو سپیچ تھراپی کی اہمیت اور ابتدائی مداخلت کے بارے میں بتایا گیا۔ محمد جنید انور چوہدری نے کے پی ٹی پر زور دیا کہ صحت کی ضروری خدمات کو کمیونٹیز کے قریب لانے کے لیے ایسے اقدامات جاری رکھے جائیں اور خاص طور پر جزیروں اور ساحلی علاقوں کے رہائشیوں کو بھی سہولت کی فراہمی یقینی بنائی جائے۔

بقیہ 27

میں تعینات پاکستانی سفیر محمد مدثر ٹیپو کی ازبک نائب وزیراعظم جمشید خودجائیف سے ملاقات میں طے پایا، جس میں دونوں ممالک کے درمیان اقتصادی تعاون کے فروغ پر تفصیلی تبادلہ خیال کیا گیا۔ پاکستانی سفیر نے ازبکستان کے 35ویں یوم آزادی پر نائب وزیراعظم کو مبارکباد دی اور آزادی کے بعد مختلف شعبوں میں ازبکستان کی کامیابیوں کو سراہا۔ اس موقع پر ازبک نائب وزیراعظم نے کہا کہ دونوں ممالک کے سرکاری اداروں، کاروباری برادری اور چیمبرز کو متحرک کر کے اقتصادی تعاون کی وسیع صلاحیت سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ پاکستانی سفیر محمد مدثر ٹیپو نے یقین دلایا کہ پاکستان مشترکہ اقتصادی اہداف کے حصول کے لیے پرعزم ہے، جبکہ دونوں ممالک نے اقتصادی روابط کے فروغ کے لیے ایک جامع روڈ میپ تیار کر رکھا ہے۔

بقیہ 28

فلسطینی ہلاک ہوئیں ہیں۔ اقوام متحدہ کے مطابق 11 سے 24 اگست کے دوران 100 سے زائد فلسطینی زخمی ہوئے، جن میں 11 بچے شامل تھے؛ زخمیوں کی بڑی تعداد آبادکاروں کے حملوں میں ہوئی۔ یونیسیف نے بھی مغربی کنارے میں بچوں کے خلاف بڑھتے ہوئے تشدد، گرفتاریوں، بے دخلی اور اسکولوں و گھروں پر حملوں پر شدید تشویش کا اظہار کیا ہے۔

بقیہ 29

کرتے ہوئے کیا۔ ہمایوں اختر خان نے لنڈ چوک میں واقع اپنے سیاسی دفتر میں بھی علاقہ عمائدین سے ملاقات کی اور حلقے کی عوام کو درپیش مسائل کے حوالے سے تبادلہ خیال کیا۔ انہوں نے کہا کہ این اے 97 کے عوام سے ہمارا دیرینہ اور مضبوط تعلق ہے جس میں کوئی دراڑ نہیں ڈال سکتا۔ حلقے کے عوام بخوبی آگاہ ہیں کہ دہائیوں سے یہاں سے منتخب ہونے والے نام نہاد نمائندوں نے دوبارہ پلٹ کر ان کی حالت زار تک معلوم نہیں کی، یہی لوگ حلقے کی محرومیوں کے ذمہ دار ہیں۔ ہمایوں اختر خان نے کہا کہ ہم نے حلقے کے دیرینہ مسائل کے حل کیلئے ہر فورم پر آواز اٹھائی ہے جس کے مثبت نتائج بھی سامنے آئے ہیں، ہم اپنی استطاعت کے مطابق وسائل بھی بروئے کار لا رہے ہیں اور برملا کہتے ہیں کہ یہ حلقے کے عوام پر کوئی احسان نہیں کیونکہ یہاں کے لوگوں نے ہمیں عزت، احترام اور محبت سے نوازا ہے۔ ہمایوں اختر حلقے میں انتقال کر جانے والوں کے عزیز و اقارب سے تعزیت اور فاتحہ خوانی کیلئے ان کی رہائشگاہوں پر بھی گئے۔

بقیہ 30

وسیع ہوگا، اس کے تحت دکاندار سالانہ فروخت شدہ مال پر ایک فی صد ٹیکس ادا کرے گا، اور رجسٹرڈ دکانداروں کو ایف بی آر سبز رنگ کی رجسٹریشن پلیٹ دے گا۔ وزیر مملکت نے کہا کہ سبز رجسٹریشن پلیٹ جس دکان میں نصب ہوگی، اس میں ایف بی آر عملہ پوچھ گچھ کے لئے داخل نہیں ہو سکے گا، اور آسان ٹیکس اسکیم میں شامل دکانداروں کا عمومی طور پر آڈٹ بھی نہیں ہوگا۔ بلال اظہر نے کہا کہ اسکیم میں شامل دکاندار وہولڈنگ ایجنٹ بننے کے پابند نہیں ہوں گے، اس سلسلے میں ایف بی آر اور تاجر نمائندوں کے فوکل پرسنز مقرر کر دیے گئے ہیں اور ایف بی آر حکام ہر ماہ ایک ہفتہ کراچی میں موجود رہیں گے۔

بقیہ 31

کے درمیان گہری تہذیبی وابستگی پر مبنی غیر معمولی برادرانہ رشتے میں بندھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے دو طرفہ تعلقات وقت کے ساتھ ساتھ ایک جامع اور کثیر الجہتی شراکت داری کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کرے پاکستان اور ترکیہ کے درمیان دوستی اور برادرانہ تعلقات کے یہ لازوال رشتے روز بروز مزید مضبوط اور مستحکم ہوتے رہیں۔

بقیہ 32

سرفراز بگٹی نے واضح کیا ہے کہ سرکاری ملازمین کی بنیادی ذمہ داری عوام کو بروقت اور معیاری خدمات فراہم کرنا ہے، عوامی خدمت میں غفلت یا غیر حاضری کسی صورت برداشت نہیں کی جائے گی۔ حکومت کا کہنا ہے کہ سرکاری اداروں میں نظم و ضبط بہتر بنانے اور عوام کو بنیادی سہولیات کی فراہمی یقینی بنانے کے لیے احتساب کا عمل بلا امتیاز جاری رکھا جائے گا۔

بقیہ 33

اوستہ محمد میں پان پراگ، گٹکا اور ایرانی پٹرول و ڈیزل کے مبینہ غیر قانونی کاروبار نے تشویشناک صورتحال اختیار کر لی ہے۔ شہری حلقوں کا کہنا ہے کہ شہر سے سندھ اور بلوچستان کے مختلف شہروں تک گٹکا، پان پراگ اور ایرانی پٹرول و ڈیزل کی مبینہ اسمگلنگ کا سلسلہ کھلے عام جاری ہے، جس کے باعث قانون کی عملداری پر سوالات اٹھنے لگے ہیں۔ عوامی حلقوں کے مطابق شہر میں مضر صحت اشیا کی مبینہ فروخت اور ایرانی پٹرول و ڈیزل کے کاروبار میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے جبکہ اندرون سندھ کے مختلف شہروں میں پان پراگ اور ایرانی پٹرول کی سمگلنگ عروج پر پولیس انتظامیہ کی چاندی ہو گئی ہے، جبکہ دوسری جانب اسٹریٹ کرائم کی وارداتوں میں بھی اضافہ شہریوں کے لیے باعث تشویش بن گیا ہے۔ شہریوں کا کہنا ہے کہ چوری، ڈکیتی اور دیگر جرائم کے باعث شہری اور تاجر برادری خود کو غیر محفوظ تصور کرنے لگے ہیں۔ شہریوں نے الزام عائد کیا کہ غیر قانونی کاروبار کرنے والے بعض عناصر مبینہ طور پر بااثر افراد کی پشت پناہی حاصل ہونے کے باعث قانون کی گرفت سے باہر ہیں۔ عوامی حلقوں نے مطالبہ کیا کہ غیر قانونی کاروبار اور اسمگلنگ کے خلاف بلا امتیاز کارروائی کی جائے اور شہر میں بڑھتے ہوئے اسٹریٹ کرائم کے خاتمے کے لیے پولیس گشت اور نگرانی کا مؤثر نظام قائم کیا جائے۔ اوستہ محمد کے عوامی حلقوں نے شدید غم و غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اگر صورتحال کا فوری نوٹس نہ لیا گیا تو جرائم پیشہ عناصر مزید مضبوط ہو سکتے ہیں۔ انہوں نے ڈی آئی جی پولیس نصیرآباد، ایس پی اوستہ محمد اور ضلعی انتظامیہ سمیت متعلقہ حکام بالا سے مطالبہ کیا کہ معاملے کی غیر جانبدارانہ تحقیقات کر کے غیر قانونی کاروبار اور جرائم میں ملوث عناصر کے خلاف قانون کے مطابق سخت کارروائی عمل میں لائی جائے۔

بقیہ 34

بلوچستان کے ضلع کوہلو کے کوہ جاندران کے مختلف علاقوں میں مبینہ طور پر ایگھانی مری کے ذیلی شاخ جعفرانی قبائل کے بعض افراد کی جانب سے سبز اور نایاب درختوں کی مسلسل کٹائی اور راتوں رات لکڑی ٹال مالکان کو فروخت کیے جانے کے الزامات نے ضلعی انتظامیہ اور محکمہ جنگلات و جنگلی حیات کی کارکردگی پر سوالات اٹھا دیے ہیں۔ تفصیلات کے مطابق کوہ جاندران کے گرد کاڑ جو کہ ایف سی چوکی 5 نمبر واقع مختلف علاقوں میں مبینہ طور پر ایگھانی مری کے ذیلی شاخ جعفرانی قبائل سے تعلق رکھنے والے غلاموں، خان محمد، نزر خان اور ازل خان گروہوں کے بعض افراد کی جانب سے سبز و نایاب درختوں کی کٹائی کا سلسلہ جاری ہے۔ علاقہ مکینوں کے مطابق درخت کاٹنے کے بعد لکڑی مبینہ طور پر رات کے اوقات میں ٹال مالکان کو فروخت کی جاتی ہے، جس سے علاقے کے قدرتی جنگلات کو شدید نقصان پہنچ رہا ہے۔ علاقہ مکینوں کا کہنا ہے کہ ایک جانب حکومت کی جانب سے جنگلات اور سبز درختوں کے تحفظ کے لیے درختوں کی کٹائی پر پابندی عائد کی گئی